ISSN 2320-8600

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ
اپریل۔ مئی۔ جون 2024ء

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو العزيز المجيب ولي النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المُجیبؔ

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : ذی القعدۃ — محرم الحرام ۱۴۴۵-۴۶ھ

ماہ : اپریل — جون ۲۰۲۴ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ٦٤ ✦ شمارہ نمبر ٢

زرتعاون

فی شمارہ	:	60/- روپے
سالانہ	:	240/- روپے
سادہ ڈاک	:	300/- روپے
رجسٹری ڈاک	:	450/- روپے
بیرونی ممالک	:	25$/- امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : سید صہیب رضوی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : 9835654330 -91+

منیجر

"المجیب" دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Website : http://khanquahmujeebia.org

Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• حضرت شاہ قمیص اعظم قادری قدس اللہ سرہ	حضور امان المستجیرین مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادریؒ	۵
• تصوف اور صوفیا کے خلاف اعتراضات کا علمی جائزہ	حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادریؒ	۱۰
• مساجد میں خواتین کی آمد کا شرعی حکم	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۲۴
• حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ	سید محمد نیر رضوی	۳۵
• خواتین کی سماجی وسیاسی حیثیت قرآن وسنت کے تناظر میں	ڈاکٹر حامد میاں قادری مارہروی	۵۰
• مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز — حیات اور فارسی شاعری	امیر عباس	۶۰
• حضرت برہان الدین راز الٰہی: حیات اور تعلیمات	محمد شہباز	۶۶
• بہار شریف کی ایک علمی بستی چندوارہ	مولانا طلحہ نعمت ندوی	۷۲

نقد و تبصرہ

• خزینۃ الہدایا	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۷۵

ادبیات

• قند پارسی : منظر چشمم تماشائے گلستانے دگر	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادریؒ	۷۸
• نعت شریف : پیچ در پیچ است دل از جعد گیسوی رسولؐ	ترجمۂ منظوم: مولانا محمد عاصم قادری	۸۱
• نعت شریف : دیکھوں کبھی میں سنگ در یہ بھی ہے....	ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر مصباحی	۸۳
• مرثیہ : ہوگئی رخصت چمن سے دفعتاً فصل بہار	وارث ریاضی	۸۴
• **کوائف و حالات**	ادارہ	۸۶

لمعات

● ظفر حسنین

ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ یہ مہینہ عشق ومحبت اور وفاداری و جان نثاری کی یاد دلاتا ہے۔ یہ حج کا موسم ہے۔ حجاج کرام مقامات حج میں مصروف عبادت ہیں۔ دعاو گریہ زاری سے اپنے معبود برحق کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے حکم کے مطابق حج کے مناسک ادا کر رہے ہیں۔ جوش وخروش کے ساتھ اوقات کے مطابق وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، رمی جمار اور طواف کریں گے۔ جو حج میں نہیں جاسکے وہ اپنی جگہوں پر حکم الہی کی تعمیل میں عید اضحی کی نماز پڑھ کر قربانی کر رہے ہیں۔ سب ایک عظیم نبی کی سنت ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی ان کی عبادتوں کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

....

چند مہینوں سے ۲۰۲۴ء کے پارلیامنٹ کے الیکشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تمام پارٹیاں اس میں لگی ہوئی تھیں۔ سب کے اپنے ایجنڈے تھے۔ سیکولر پارٹیوں نے ملک کے سلگتے مسائل کو اپنا ایجنڈا بنایا تھا اور اسی پر زور دے رہی تھیں۔ مگر فرقہ پرست پارٹی نے نفرت کی سیاست کو ترجیح دی تھی۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ اس کو ووٹ ملنے کی امید تھی۔ اس کے لیڈران پورے ملک میں انتخابی تقریروں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلا کر ہندو ووٹ کو اپنی جھولی میں بھرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے لیڈران اس حمام میں ننگے نظر آرہے تھے۔ وزیراعظم کے عہدہ کا وقار مٹی میں مل رہا تھا، سب سے بڑے لیڈر کھلے عام مسلم مخالف نفرت پر مبنی تقریر مسلسل کر رہے تھے۔ عوام کو یہ کہہ کر کانگریس سے ڈرا رہے تھے کہ کانگریس جیتنے کے بعد ہندو عورتوں کے زیوارات، نقدی، منگل سوتر تک اتروا کر زیادہ بچے پیدا کرنے والے گھس پیٹھیوں (مراد مسلمان ہیں) کو دے دے گی۔ دوسرے نمبر کے بڑے لیڈر بار بار اپنی تقریروں میں اعلان کر رہے تھے کہ ہم جیتنے کے بعد یوسی سی (یونی فارم سول کوڈ) نافذ کریں گے اور جن صوبوں میں مسلمانوں کو ریزرویشن ملا ہے اس کو ختم کرا دیں گے۔

ملک میں وزارت عظمی اور وزارت داخلہ جیسے عہدوں پر فائز لوگ ملک کی دوسری بڑی اکثریت کے بارے میں ایسی جھوٹی اور گمراہ کن باتیں کریں گے کسی نے اس الیکشن سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ پارٹی لیڈران کی زبان پر چار سو پار کا نعرہ تھا تا کہ پارلیامنٹ میں دو تہائی سے زیادہ سیٹ حاصل ہو جائے اور اس طاقت سے ملک کے سیکولر دستور و آئین کو ہٹا کر

ملک کو ہندو راشٹر میں تبدیل کیا جاسکے۔اس کی پوری کوشش تھی کہ ان کی اپنی پارٹی اپنے دم پر حکومت بنا سکے اور کسی دوسری پارٹی کی محتاج نہ رہے۔پھر اتحادی پارٹیوں کے بل بوتے پر دستور کو تبدیل کر دیا جائے۔

ایسے کشیدہ حالات میں اپریل ۲۰۲۴ء میں انتخابات شروع ہوئے جو پہلی جون کو اختتام پذیر ہوئے اور چار جون ۲۰۲۴ء کو الیکشن کا نتیجہ آیا۔نتیجہ توقع کے برعکس آیا۔عوام کی اکثریت نے نفرت انگیز سیاست کے خلاف ووٹ دیا۔نفرت کی سیاست کرنے والی پارٹی اپنے بل بوتے پر حکومت سازی کے لائق بھی نہیں رہی۔اب وہ حکومت سازی کے لئے دوسری پارٹیوں سے منت وسماجت کرتی نظر آرہی ہے اور دوسری حلیف پارٹیاں اپنے بڑے بڑے مطالبات رکھ رہی ہیں۔

اس الیکشن میں مسلمانوں کا رول بہت شاندار رہا،مسلم قائدین نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ان کی بہت اچھی رہنمائی کی۔نفرت انگیز بیانات پر ان کی طرف سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا،ورنہ فرقہ پرستوں کو فتنہ پھیلانے کا موقع مل جاتا۔مسلم عوام نے نہایت دانش مندی سے اپنے ووٹنگ کے حق کو استعمال کیا اور اتحاد واتفاق کے ساتھ سیکولر امیدواروں کو جیت دلانے کی پوری کوشش کی۔ان کے ووٹ کا مثبت اثر پڑا اور سیکولر پارٹیوں کو اس سے پورا فائدہ ہوا۔نتیجہ یہ ہوا کہ جو کل تک بھگوان ہونے کا دعوی کر رہے تھے وہ آج کاسۂ گدائی لئے تعاون کی بھیک مانگتے نظر آرہے ہیں۔ان کو سب سے زیادہ نقصان اتر پردیش میں ہوا۔جہاں ان کو تمام سیٹیں حاصل ہوجانے کی پوری امید تھی وہاں ان کو آدھی سے بھی کم سیٹیں ملی ہیں۔نیز ساری کوشش اور مذہبی سیاست کے باوجود فیض آباد (اجودھیا) میں ان کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس الیکشن کے نتائج سے ایک بات واضح ہو کر سامنے آئی ہے کہ ہمارے برادران وطن کی بہت بڑی تعداد مذہبی منافرت کو پسند نہیں کرتی۔وہ لوگ ہندوستان میں سکون واطمنان اور مذہبی اتحاد کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔خصوصا اقلیتیں،کسان اور دلت جب ان کو آئین کی تبدیلی کا اندیشہ ہوا تو وہ الیکشن میں کھل کر سامنے آگئے اور دستور کی تبدیلی کا نعرہ لگانے والوں کو ان کی اوقات دکھادی۔

بھاجپا کی حکومت تو بن گئی ہے مگر انتہائی کمزور ہے۔دو بیساکھیوں کے سہارے قائم ہے۔یہ دونوں بیساکھیاں کبھی بھی ان کا ساتھ چھوڑ سکتی ہیں۔دلچسپ تو یہ ہے کہ الیکشن سے پہلے یوسی سی نافذ کرنے اور مسلم ریزرویشن کو ختم کرنے کا بار بار اعلان کیا جارہا تھا مگر اب جن بیساکھیوں پر حکومت قائم ہے ان سے ایک یوسی سی کے خلاف ہے اور دوسری مسلم ریزرویشن کی حامی ہے۔دونوں کی طرف سے اعلان بھی کیا جارہا ہے کہ وہ دونوں اپنے موقف پر قائم ہیں۔

ہم قائم ہونے والی نئی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ حالات کو سمجھے اور ملک کے تمام باشندوں کا خیال رکھے خواہ وہ کسی مذہب کو ماننے والے ہوں۔ان کے ساتھ انصاف کرے۔سب کو ساتھ لے کر چلے،ان میں کوئی بھید بھاؤ نہ کرے۔ملک کی منفعت سے سب کو فائدہ اٹھانے کا موقع دے اور نفرت انگیز سیاست سے باز آئے۔اگر حکومت ایسا کرتی ہے تو ملک ترقی کی راہ پر آگے بڑھے گا اور ہندوستان جنت نشان کہلائے گا۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

تبرکات

حضرت شاہ قمیص اعظم قادری قدس اللہ سرہ

● حضور امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس اللہ سرہ العزیز

عزیز الوجود مولوی شاہ محمد یمین اللہ قادری سلمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادۂ گرامی جناب حضور زیب سجادۂ مجیبی مدظلہ العالی۔ اپنے جامعہ کی تعطیل کلاں کے دنوں میں اپنے جدالاب حضور امان المستجیرین قدس اللہ سرہ العزیز کے اولین ماہنامہ ''المجیب'' میں مطبوعہ مضامین کو یکجا کر کے سہ ماہی مجلہ ''المجیب'' میں اشاعت کے لئے عنایت کیا ہے، عزیز موصوف کے تشکر و امتنان کے ساتھ ان کی یہ پیش کش ہدیۂ قارئین ہے — (ادارہ)

ہندوستان میں بعض ایسی شخصیتیں گذری ہیں، جن کے فضل وکمال کے سبب ان کا سلسلہ ملک ہی میں محدود ہو کر نہ رہا بلکہ بیرون ملک میں بھی بڑھا اور پھیلا؛ مثلاً حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے سلسلۂ چشتیہ، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے سلسلۂ فردوسیہ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے سلسلۂ نقشبندیہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عرب وعجم تمام میں پھیل گیا۔

اسی طرح ہندوستان میں حضرت شاہ قمیص اعظم قادری قدس سرہ کی ذات گرامی گذری ہے، جن سے سلسلۂ قادریہ کی ترویج ہوئی اور اپنے سلسلہ کی روشنی سے انہوں نے ملک اور بیرون ملک کو منور کر دیا۔ حضرت قمیص قادری قدس سرہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں، سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت قمیص قادری قدس سرہ بن حضرت سید ابوالحیوۃ قادری بن حضرت سید تاج الدین محمود بن حضرت سید بہاء الدین محمد بن حضرت سید جلال الدین احمد بن حضرت سید داؤد بن حضرت سید جمال الدین علی بن حضرت سید ابوصالح نصر بن حضرت سید الآفاق عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت قمیص قادری کے بزرگوں میں سب سے پہلے ہندوستان میں آپ کے جدامجد حضرت سید تاج الدین محمود

رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ان کے ہندوستان میں نزول اجلال کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات یہ بغداد شریف میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پر سوئے ہوئے تھے،خواب میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ان کو بغرض ہدایت ہندوستان میں صوبہ بنگال جانے کا حکم فرمایا،چنانچہ تعمیلاً للحکم آپ براہ ایران وکابل خشکی کے راستہ سے ہندوستان تشریف لائے اور بنگال میں قیام فرمایا۔راستہ میں آپ سے بے شمار کرامات اور خوارق عادات امور کا اظہار ہوا اور ہر مقام پر ہزاروں طالبان حق نے فیضان باطنی حاصل کئے۔

اس زمانہ میں بنگال کا دارالسلطنت شہر''گورکھ'' تھا،گورکھ پہنچ کر آپ ایک جگہ مقیم ہوگئے،آپ کی خبرسن کر شہر کے امیر وغریب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔بنگال کے حاکم وقت (جن کا نام کتابوں میں سید حسین شاہ لکھا ہے) بھی آپ کی خبرسن کر قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے،اور داخل سلسلہ ہوئے،کچھ دنوں کے بعد حاکم وقت نے اپنے وزیر کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں پیغام بھیجا: کہ ہماری ایک لڑکی ہے،ہماری تمنا ہے کہ اس کا نکاح حضور کے ساتھ ہو،حضرت سید تاج الدین محمود قدس سرہ نے تبسم فرما کر جواب دیا: کہ ہمارا ایک لڑکا ابوالحیوۃ بغداد میں ہے،اس کی نسبت میں حسین شاہ کی لڑکی سے کرتا ہوں؛ چنانچہ حاکم وقت نے آپ سے خط لے کر چند آدمیوں کو بغداد روانہ کیا۔چار سال پر حضرت سید ابوالحیوۃ قادری قدس سرہ بنگال پہنچے اور آپ کی شادی حسین شاہ کی لڑکی سے ہوئی۔شادی کے بعد حضرت سید تاج الدین محمود قدس سرہ نے اپنے صاحبزادے کو بنگال میں رہنے کا حکم فرمایا اور خود بغداد تشریف لے گئے۔

حضرت شاہ ابوالحیوۃ قدس سرہ کو تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔دو جوانی ہی میں قضا کر گئے،چھوٹے صاحبزادے حضرت سید قمیص قدس سرہ تھے،جن سے نسل اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔

حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ نے ظاہری و باطنی نعمتیں اپنے والد ماجد سے پائیں۔اور ان کے وصال کے بعد رشد وہدایت کا سلسلہ قائم کیا۔آپ کے دریائے فیض سے نہ صرف بنگال بلکہ پورا ہندوستان سیراب ہوا۔اور آپ کے فیوض و باطنی تعلیمات کی بدولت سلسلۂ قادریہ کی ایک مستقل شاخ''قمیصیہ'' قائم ہوگئی۔

آپ کی شادی آپ کے ماموں سید نصیر شاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی۔آپ کی اہلیہ بہت درشت مزاج تھیں۔اسی درشت مزاجی اور سخت کلامی میں وہ ایک روز کسی آفت میں مبتلا ہوکر راہی ملک بقا ہوئیں۔

چوں کہ کسی کے حق میں بد دعاء ولایت و بزرگی کے خلاف ہے،اور خدا رسیدہ بزرگان کی یہ شان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں کو اذیت دینے والوں سے خود بدلہ لے لیتا ہے۔اس لئے بغیر آپ کی بد دعاء کے یہ واقعہ عمل میں آگیا۔

اس کے کچھ دنوں کے بعد حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ حج وزیارت حرمین شریف کے لئے تشریف لے گئے۔آپ

سات سال مکہ معظمہ میں رہے اور سات حج ادا کیا۔اور مدینہ طیبہ حاضر ہو کر زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، پھر بغداد شریف تشریف لے گئے۔وہاں کچھ دنوں قیام کرنے کے بعد خشکی کے راستہ سے ایران وغیرہ ہو کر قصبہ سادھورہ (مشرقی پنجاب) تشریف لائے۔

سادھورہ کے قیام میں آپ کی دوسری شادی سید نصر اللہ واسطی کی صاحبزادی سے ہوئی، سید نصر اللہ علیہ الرحمۃ کے متعلق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں (بضمن تذکرہ حضرت شاہ قمیص قدس سرہ) لکھا ہے: کہ ''سید نصر اللہ مردے بودے عالم وعامل وصاحب حال ومتبع ومستقیم''

خدا کے فضل وکرم سے آپ کی دوسری اہلیہ (بی بی عائشہ رحمہا اللہ تعالی) عفیفہ وصالحہ تھیں، چنانچہ ان کے والد نے شادی کے وقت جتنے زیورات اور جہیز کے سامان دیئے تھے، سب کو فی سبیل اللہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ نے سادھورہ میں مستقل اقامت اختیار کرلی۔آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہوگئی اور ہر طرف شہرت ہونے لگی، مختلف دیار وامصار سے خلقت آنے لگی اور حلقۂ ارادت وعقیدت وسیع تر ہوگیا۔اس وقت کے اہل حال درویشوں کی جماعت بھی حاضر ہو کر فیض صحبت اُٹھاتی تھی؛ چنانچہ حضرت شیخ عبد الرزاق مشہور شیخ بہلول ؒ بھی آپ کے دامن ارادت سے وابستہ ہوئے اور خلافت پائی۔

کتابوں میں حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کی نسبت یہ صفت خصوصیت کے ساتھ مرقوم ہے ''الحق درین زمان در زمرۂ درویشاں وسالکاں ایں چنین مردم در سلوک ایں طریق ورسوخ قدم واتباع سنت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر وعزیز الوجود اند''۔

آپ میں کمال باطنی اور اتباع سنت کی جامعیت کے ساتھ دوسرے کمالات یہ تھے کہ آپ سے بیشتر کرامات کا ظہور ہوتا رہا، آپ کی ایک اہم کرامت یہ تھی کہ جب کسی بت خانہ کی طرف تشریف لے جاتے تو سارے بت آپ کی طرف سرنگوں ہوجاتے؛ جیسے آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

آپ کی کرامت کا یہ واقعہ بہت شہرت پذیر ہوا؛ چنانچہ ایک راجہ کے خاص بت کدہ میں آپ تشریف لے گئے تھے وہاں بھی یہی صورت ہوئی، عین اسی حال میں راجہ آگیا اور اس نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا جس کے اثر سے آپ کی خدمت میں اس نے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی چنانچہ وہ آپ کے ہاتھوں داخل اسلام ہو کر بہت ہی پختہ مومن ہوگیا۔ چنانچہ اس کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے: کہ ''راجہ مذکور چناں حامی اسلام ومطیع دین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گشت کہ وصفش از بیان وتقریر گنجائش نہ پذیرد''

چوں کہ بنگال میں حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کے مریدین مسترشدین کا بڑا حلقہ تھا اور وہ لوگ وہاں آپ کی تشریف آوری کے متمنی رہتے تھے اس لئے آپ سادھورہ سے بنگال تشریف لے گئے تھے کہ وہاں ۳/ذیقعدہ ۹۹۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وصیت تھی کہ تدفین سادھورہ میں عمل میں آئے اس لئے حسب وصیت جنازہ تین سو فقراء کے ہمراہ منزل بمنزل قیام کرتے ہوئے سادھورہ کے لئے روانہ ہوا، راستہ میں ایک منزل بہار شریف کی بھی پڑی، چنانچہ بہار میں محلہ ''گڑھ پر'' ایک محفوظ مقام پر جنازہ رکھا گیا۔ اس طرح مہینوں کی مسافت طے کر کے جنازہ سادھورہ لایا گیا اور وہاں تدفین ہوئی۔

قصبہ سادھورہ (ضلع صوبہ مشرقی پنجاب) میں اتر جانب آپ کا مزار مبارک ہے، جو اب مرجع خلائق اور زیارت گاہ خاص وعام ہے، امام فضل (۹۹۲) آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کو بی بی عائشہ کے بطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے، حضرت شاہ محمد قمیصی، حضرت شاہ احمد قمیصی، حضرت شاہ ابوالمکارم قمیصی۔

آپ کے خلفاء میں بھی تین حضرات زیادہ مشہور ہوئے، حضرت شاہ محمد قمیصی قادری قدس سرہ (جو آپ کے فرزند اکبر بھی تھے)، حضرت مخدوم بدر عالم شہباز پوری قدس سرہ اور حضرت شیخ عبدالرزاق مشہور شیخ بہلول قدس سرہ۔

آپ کے فرزند اکبر اور خلیفہ وجانشیں حضرت شاہ محمد قمیصی قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ قمیصیہ کی اشاعت بہت زیادہ ہوئی؛ چنانچہ حضرت صاحب النسبۃ الاویسیہ مولانا سید وارث رسولنما بنارسی قدس اللہ سرہ کو کل تین واسطوں سے یہ سلسلہ پہونچا ہے۔ حضرت رسولنما بنارسی بیعۃً واجازۃً قادری قمیصی تھے۔ بعد میں اپنی نسبت اویسیہ سے انہوں نے ''قادریہ قمیصیہ'' میں ''وارثیہ اویسیہ'' کا اضافہ فرما کر ایک مستقل شاخ قائم کر دی اور حضرت مولانا رسولنما بنارسی کے خلیفہ اعظم حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہ کے واسطہ سے سلسلہ قادریہ قمیصیہ وارثیہ اویسیہ، تمام ہندوستان اور دیگر ممالک اسلامیہ تک پہونچا۔

حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مخدوم بدر عالم شہباز پوری کے واسطہ سے یہ سلسلہ پھلواری میں اولاً حضرت شاہ محمد اسمعیل جعفری پھلواروی قدس سرہ کو پہونچا، جو حضرت امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی کے پوتے اور حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قادری پھلواروی قدس سرہ کے والد ماجد تھے۔

حضرت شاہ محمد اسمعیل جعفری پھلواروی (المتوفی ۱۰۲۱ھ) کو بیعت وارشاد واجازت حضرت مخدوم بدر عالم شہباز پوری قدس سرہ سے تھی، ملاحظہ ہو آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن۔

حضرت شاہ محمد اسمعیل جعفری پھلواروی قدس سرہ کا سلسلہ ''قمیصیہ بدریہ'' بھی آپ کے خاندان میں اباً عن جدٍ موجود اور جاری ہے۔

اسی طرح پھلواری میں ’’سلسلہ قادریہ قمیصیہ‘‘ حضرت شاہ قمیص قادری کے دو خلیفہ حضرت شاہ محمد قمیصی قدس سرہ اور حضرت مخدوم بدرعالم شہباز پوری قدس سرہ کے واسطہ سے پہنچا ہے اور ماشاء اللہ جاری و دائر وسائر ہے۔

حضرت شاہ محمد قمیصی (فرزند اکبر حضرت شاہ قمیص قادری) کے اجزاء اور جزئیت والے مغربی پنجاب میں بھی ہیں؛ چنانچہ گولڑہ شریف (مغربی پنجاب) میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا خاندان ان ہی کے اجزاء واولاد سے ہے۔اور ان کے یہاں بھی اباً عن جدٍ سلسلہ قادریہ قمیصیہ موجود ہے۔

حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کے دوسرے فرزند حضرت شاہ احمد قمیصی عرف احمد حاجیؒ کے اجزاء واولاد کا ایک حصہ منیر شریف ضلع پٹنہ (صوبہ بہار) میں بھی تھا؛ چنانچہ حضرت سید شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کے اجزاء میں تھے اور اس خاندان میں بھی سلسلہ قادریہ قمیصیہ اباً عن جدٍ چلا آرہا تھا۔حضرت فیاض المسلمین شیخ طریقت مولانا شاہ محمد بدرالدین نورعالم قادری پھلواروی قدس سرہ حضرت شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری قدس سرہ کے نواسے تھے۔

حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کے تیسرے فرزند حضرت شاہ ابوالمکارم قدس سرہ کے پوتے حضرت شاہ محمد فاضل شیر قلندر سادھوروی قدس سرہ تھے،حضرت شاہ محمد فاضل شیر قلندر سلسلہ قادریہ قلندریہ کے بہت بڑے شیخ گذرے ہیں۔آپ کا سلسلہ حضرت شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجا قلندر لاہر پوری قدس سرہ اور دوسرے چند واسطوں سے حضرت مخدوم قطب الدین بینا دل جونپوری قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت فاضل شیر قلندر بیعتہً واجازۃً قادریہ قلندریہ سلسلہ سے منسلک تھے،لیکن نسباً قادری قمیصی تھے۔آپ کے مرید وخلیفہ پھلواری میں حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس اللہ سرہ تھے،اگرچہ سلاسل واجازت ناموں میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ حضرت شاہ محمد فاضل شیر قلندر قدس سرہ اپنے نسبی سلسلہ قادریہ قمیصیہ کے شیخ مجاز تھے یا نہیں،لیکن نسبی لحاظ سے حضرت شاہ قمیص قادری قدس سرہ کا فیض حضرت شاہ محمد فاضل شیر قلندر کے واسطہ سے پھلواری اور پٹنہ میں سلسلہ عمادیہ مجیبیہ میں بھی پہنچا۔

الغرض پھلواری وگولڑہ وغیرہ جیسے مراکز کے ذریعہ ہندو پاک اور مختلف بلاد اسلامیہ میں سلسلہ قادریہ قمیصیہ پہنچا ہوا ہے اور اس طرح حضرت شاہ قمیص اعظم قادری قدس سرہ کی نسبتوں سے کتنے سلسلے مالا مال ہیں۔اور ان کے فیوض سے کتنے قلوب روشن ہیں۔قدس اللہ اسرارھم ونفعنا ببرکات ارواحھم

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

(۱)

تصوف اور صوفیہ کے خلاف
اعتراضات کا علمی جائزہ

● حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمہ اللہ

دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہونے والے مؤقر ماہنامہ ''معارف'' کے جنوری، فروری ۲۰۱۲ء کے شمارے میں پروفیسر الطاف احمد اعظمی کا ایک مضمون ''تصوف کیا ہے'' دو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں مضمون نگار نے نہایت شد و مد کے ساتھ تصوف کے خلاف لکھا تھا اور مشرب صوفیہ کو غیر اسلامی قرار دینے کی مذموم کوشش کی تھی، جب یہ مضمون حضرت عمدۃ المتوکلین مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعے میں آیا تو ان کے بے باک قلم کو خاموش رہنا گوارا نہ ہوا، چنانچہ حضرت علیہ الرحمۃ نے نہایت بے باکی سے مضمون نگار پروفیسر الطاف اعظمی کی گرفت کی اور ان کے مضمون کے رد و ابطال اور تصوف کے برحق اور عین اسلام کے مطابق ہونے کو نہایت مضبوط و مستحکم دلائل سے ثابت کیا۔ حضرت عمدۃ المتوکلین کا یہ عالمانہ اور مبسوط جواب مئی ۲۰۱۲ء کے معارف میں استدراک کے تحت ''تصوف کیا ہے'' کے ہی عنوان سے شائع ہوا تھا۔

لیکن عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری کے مبلغ علمی کو اس پر اطمینان نہ ہوا اور اپنے قیام پاکستان کے دوران انہوں نے مزید تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ مضبوط دلائل و شواہد کی روشنی میں پروفیسر الطاف احمد اعظمی کے مضمون ''تصوف کیا ہے'' کا بہت سیر حاصل جواب تحریر فرمایا۔ یہ جواب اب تک شائع نہیں ہوا تھا اور حضرت علیہ الرحمہ کے برادر گرامی محترم جناب اجمل فاروقی صاحب کراچی، پاکستان کے پاس محفوظ تھا۔ انہوں نے از راہ کرم اس جواب کی پی۔ ڈی۔ ایف حضور زیب سجادۂ پیر مجیب حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری دام فیوضہ و برکاتہ کی خدمت اقدس میں ارسال فرمایا۔ چونکہ حضرت عمدۃ المتوکلین کا یہ جواب اب تک اشاعت ناپذیر تھا، اس لئے قارئین المجیب کے لئے اس مضمون کو قسط وار سہ ماہی المجیب میں شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ مبسوط و مفصل مضمون مخالفین تصوف کے لئے برہان قاطع ثابت ہوگا اور متبعین تصوف کے لئے باعث استفادہ ہوگا۔ (پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید، رکن مجلس ادارت)

استدراک میں چونکہ اختصار سے کام لیا گیا تھا اور اس مضمون کے کئی مباحث کا جواب تفصیل طلب تھا اور بعض مباحث کو اس میں تعقید و الجھاؤ اور خلط مبحث کی بنا پر قلم مس بھی نہیں کر سکا تھا، اس لئے ذیل میں ہم اس مضمون کے ذیلی عنوانات کا

ذکر کرکے، ان کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ مقالہ نگار پروفیسر الطاف احمد اعظمی جس مذہب ومسلک سے تعلق رکھتے ہیں وہ بالفاظ صاحب شرح عقائد نسفی علامہ تفتازانی ''اصحاب العدل والتوحید'' کہلاتا تھا، اس کے متبعین میں معتزلہ اورخوارج تھے۔ اپنی جماعت کے لئے انہوں نے یہی اصطلاحی نام متعین کیا تھا، اب یہ جماعت خود کو سلفی، اثری اوراہل حدیث کہتی ہے۔ اب ان اصحاب العدل والتوحید کے اندر کتنا اعتزال ہے اور کتنی خارجیت ہے؟ کہنا مشکل ہے، لیکن ان کی تحریکات سے اوران کی تحریر وتقریر سے کبھی معتزلہ کا رنگ جھلکتا ہے تو کبھی ان پر خوارج کی چھاپ محسوس ہوتی ہے۔

بالعموم تمام صوفیہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک پر تھے، تقریباً سبھی حضرات، ائمہ اربعہ کے مقلد تھے، فرق ضالہ (بہتر فرقے) آپس میں جتنے بھی دست وگریباں ہوں، فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ سے دشمنی، سب میں قدر مشترک رہی ہے، آج تصوف اورصوفیہ کے خلاف جومہم چل رہی ہے، وہ اسی غیر صالح اور مریضانہ ذہنیت کا شاخسانہ ہے، ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نام نہاد صوفیوں اور جعلی پیروں کی غیر اخلاقی اور غیر شرعی حرکتوں کو دیکھ کر صوفیوں سے بدگمانی رکھنے لگے ہوں اور شدت احساس میں ان کے قلم سے تصوف کے خلاف کوئی تحریر آ گئی ہو، تو ایسے لوگ معذور ہیں، حقیقت سے ناواقف ہیں، لیکن معتزلہ اورخوارج جیسی ذہنیت رکھنے والے جو کچھ لکھ رہے ہیں، وہ ان کی وہی مذہبی عصبیت ہے جو اہل تصوف اورصوفیہ کے خلاف صدیوں سے ان کے اندر پرورش پا رہی ہے، ان کے فاسد نظریات وخیالات کی کبھی اصلاح نہیں ہوگی، خواہ ان کے سامنے کتاب وسنت کے کتنے ہی حوالے پیش کر دئے جائیں، ان کی مخالفت نام نہاد صوفیوں سے نہیں اصلاً تصوف سے ہے، تصوف اورصوفیہ سے ان کی دشمنی صدیوں پرانی ہے، ان کے اعتراض برائے اعتراض کا جواب ممتاز علمائے اہل تصوف کی طرف سے ہمیشہ دیا جاتا رہا ہے، لیکن ان کی بدگمانی آج تک دور نہیں ہوئی مخالفت کا سلسلہ زیادہ شدت سے جاری ہے۔ تصوف اورصوفیہ کو نشانہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اہل سنت کا وہ طبقہ ہے جو عوام وخواص میں اپنے دینی اثر ورسوخ کے اعتبار سے قبول عام رکھتا ہے، اس لئے منکرین تصوف چاہتے ہیں کہ اگر ان کو بے دین ثابت کر دیا جائے تو پھر دین حق کی صحیح تعبیر کرنے والی جماعت کا نہ کوئی سرہوگا نہ پیر، فرقہ اہل سنت و جماعت کی دینی قیادت ختم ہو جائے گی۔ ہماری اس طویل وضاحت کا یہی فائدہ ہوسکتا ہے کہ بعض قارئین کا ذہن تصوف وصوفیہ کے بارے میں شکوک وشبہات سے پاک ہو جائے۔ منکرین تصوف کی دریدہ دہنی اور دشنام طرازی کا سلسلہ موقوف ہو جائے، اس کی توقع نہ رکھئے، البتہ ان کی تحریروں کے مطالعہ میں محتاط رہئے۔ معارف جنوری - فروری ۲۰۱۲ء کے شمارے میں شائع شدہ مضمون آپ دیکھ سکتے ہیں کہ تصوف اورصوفیہ سے کتنی نفرت کا اظہار کیا گیا ہے؟ آیات اوراحادیث سے استدلال میں خیانت کی گئی ہے، ایک غلط بات ثابت کرنے کے لئے آیات واحادیث سے غلط نتائج اخذ کرکے قارئین کو فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے، صوفیہ کو بے دین ثابت کرنے کی کوئی دلیل بھی دعوی سے مطابقت نہیں رکھتی، استدراک میں فریب ومغالطے کو ہم واضح کر چکے ہیں، یہاں کچھ اور باتیں زیر بحث ہیں:

قسط اول (معارف جنوری) میں پروفیسر اعظمی نے دعوی کیا ہے ’’تصوف دین میں اضافہ ہے‘‘۔ دلیل میں یہ آیت کریمہ پیش کی ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳ (سورۂ مائدہ)

اور اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

’’اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اگر کوئی شخص اس دین میں کوئی نئی چیز داخل کرتا ہے تو گویا اپنے اس فعل سے اللہ کے اس قول کی تکذیب کرتا ہے کہ دین مکمل کر دیا گیا ہے‘‘۔

پہلے پوری آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے اور پھر داد دیجئے موصوف کے فہم قرآن کی۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالْمُنْخَنِقَۃُ وَالْمَوْقُوْذَۃُ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیْحَۃُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳ — (سورۂ مائدہ)

ترجمہ: تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) خون اور سور کا گوشت اور جس جانور پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور چوٹ لگ کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، یہ سب حرام ہیں، اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر تم جو (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔ اور وہ جانور بھی (حرام ہے) جو تھان پر ذبح کیا گیا ہو، اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں، آج کافر تمہارے دین سے (دین کے مغلوب ہونے سے) ناامید ہو گئے ہیں تو تم ان سے مت ڈرو (کہ تم پر وہ غالب ہو جائیں گے) اور مجھ سے ڈرتے رہو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا، ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

آیت کریمہ میں حرام وحلال کے مسائل بیان کئے گئے ہیں، اس سے قبل اور بعد کی آیتوں میں بھی حلال وحرام کے مسائل ہیں، جانوروں کی حلت وحرمت کا مسئلہ بتا کر اَلْیَوْمَ کہہ کر تکمیل دین کا ذکر فرمایا۔ یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ دین کی تکمیل حلت وحرمت کے اعتبار سے ہوئی ہے۔ تکمیل دین کے ذکر کے بعد پھر اس کی وضاحت فرمائی کہ فاقے کی حالت میں کوئی شدید بھوک سے مجبور ہو کر حرام گوشت کھالے اور اس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اگر کھانے میں اس کو ذرا بھی رغبت محسوس ہوئی تو وہ گناہ گار اور قابل مواخذہ ہوگا۔ آیت کریمہ سے واضح ہے کہ یہاں تکمیل دین کا ذکر حلت

وحرمت کے اصولی مسائل کی بنا پر ہے، دین کے جزئیات وفروع اور عقائد وایمانیات کے اعتبار سے نہیں ہے، اگر یہاں پر تکمیل دین سے عقیدہ وعمل کے اصول وفروع مراد لئے جائیں تو پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ انبیائے ماسبق کا دین مکمل نہیں تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین تشنۂ تکمیل رہ گیا تھا، وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے گویا ناقص اور غیر مکمل دین کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ مزید یہ کہ خود بدولت صلی اللہ علیہ وسلم مشہور قول کے مطابق اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد اکیاسی (۸۱) دن حیات رہے، تقریباً تین ماہ اور اس کے بعد حلت وحرمت سے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تو (نعوذ باللہ) آپ اپنے اصحاب کے ساتھ ترسٹھ سالہ دور نبوت میں ناقص اور نامکمل دین پر رہے۔ کیا اعظمی صاحب اس کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں؟

حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے مطابق تکمیل دین سے یہاں حلت وحرمت کے مسائل کی تقلیل مراد ہے، ورنہ اسلام بحیثیت دین ہونے کے ازل میں ہی مکمل تھا اور ابد تک مکمل رہے گا کسی بھی نبی مرسل کے دور میں دین اسلام ناقص و نامکمل نہیں تھا، البتہ شریعتیں بدلتی رہیں یعنی قانون اسلامی میں تبدیلی ہوتی رہی ہے، اور نزول آیت مذکورہ کے وقت پہلے نبی سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک حلت وحرمت کے احکام میں تغیر وتبدل کا سلسلہ آخری مرحلے میں داخل ہو چکا تھا، اس لئے قدرت کی طرف سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم سنایا گیا کہ اب حلت وحرمت کے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، حرمت وحلت کے الہی فتوی پر آخری مہر لگ چکی ہے، یہی تکمیل دین ہے، اور اس مفہوم میں تکمیل دین امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور اس کی بڑی نعمت ہے، دوسری امتوں کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔

ردتصوف میں مسٹر اعظمی کو احساس نہیں ہوا کہ ان کے انداز بیان اور تعبیر الفاظ سے بات کہاں سے کہاں جا رہی ہے، خود اسلام اور شارع علیہ السلام پر ضرب پڑ رہی ہے، مثلاً ان کی یہ عبارت:

''اسلام ایک مکمل دین ہے، اس میں کسی پہلو سے کوئی کمی نہیں ہے، نہ فکر کے اعتبار سے اور نہ ہی عمل کے لحاظ سے''

جو دعوی وہ کر چکے ہیں، آیت مذکورہ کی روشنی میں اس کے بعد ان کی مذکورہ عبارت کا مفہوم کیا ہوا؟ کیا نتیجہ ظاہر ہوا؟ ذرا غور کیجئے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے تک اسلام نہ فکر کے اعتبار سے مکمل تھا، نہ ہی عمل کے لحاظ سے۔ پورے قرآن کا نزول ہو گیا، اختتام وحی کو فقط تین ماہ باقی رہ گئے ہیں اور دین حق کی فکری تکمیل نہیں ہو سکی۔ تا آنکہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ سے تکمیل دین کا اعلان کیا گیا۔ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیا مسٹر اعظمی اتنے کم فہم اور جاہل ہیں وہ تصوف اور صوفیوں کی بے دینی ثابت کر رہے ہیں یا اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت کو مجروح کر رہے ہیں؟

دین پہلے سے مکمل تھا حجۃ الوداع کے موقع پر حلت وحرمت کے اعتبار سے مکمل کر دیا گیا، اب ان ہی اصول کی روشنی میں دین کے فروع اور جزئیات کے استنباط کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، دین کی تفہیم وتشریح لوگوں کو دین سے

قریب لانے کے، دین کے تحفظ اور اللہ تک پہنچنے اور پہنچانے کی تدبیریں مختلف صورتوں میں روبعمل ہوتی رہیں گی، ان باتوں کو دین میں اضافہ کہنا کج فہمی ہے۔ جب دلیل باطل ہو جائے تو دعوی کی عمارت خود بخود ھباء منثورا ہو جاتی ہے۔ مضمون نگار کی دلیل بے کار ہوگئی، دعوی کہاں سے ثابت ہو؟

احداث فی الدین والی حدیث جو اعظمی صاحب نے اپنے باطل دعوے کے ثبوت میں نقل کی ہے، اس سے عقائد و ایمانیات مراد ہیں، جبریہ، قدریہ معتزلہ اور خوارج اس حدیث کے مصداق ہیں۔ صوفیہ کے یہاں جو چیزیں ملتی ہیں، ان کا تعلق عمل اور نتائج عمل سے ہے، یہاں بھی حدیث بے محل نقل کی ہے۔ تصوف کو دین میں اضافہ قرار دینے میں پروفیسر اعظمی کو بڑی محنت کرنی پڑی ہے اور اس میں انہوں نے تنکوں کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے، تنکے بھلا اتنے بڑے ''محقق'' کو کہاں سنبھال سکتے ہیں؟ گرتی ہوئی دیوار کا سہارا لینے والے ہمیشہ دو نقصان سے دو چار ہوتے ہیں، ایک تو سہارے سے محروم ہوتے ہیں، دوسرے دیوار تلے دب جاتے ہیں، پروفیسر اعظمی کا رد تصوف میں یہی حال ہوا ہے، وہ تیر کسی پر چلاتے ہیں، زد میں کوئی اور آجاتا ہے۔ وہ اپنی دانست میں صوفیوں کو ہدف بناتے ہیں مگر ان کے نشانے کی زد میں کبھی صحابہ آجاتے ہیں، کبھی اسلام آجاتا ہے اور کبھی خود سید عالم صلی اللہ علیہ سلم کی ذات گرامی متاثر ہوتی ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ''احول'' کا نشانہ کبھی درست نہیں ہوتا، کیونکہ اس کو ہر چیز ایک کی دو نظر آتی ہے۔ میری بات کی حقیقت آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گی۔

مقالہ نگار نے اپنے اسی دعوے کے ثبوت میں دارمی کی طویل حدیث ازالۃ الخفاء کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے تسبیحات (سبحان اللہ، اللہ اکبر) پڑھنے کو بدعت فرمایا ہے، وہ روایت جرح وتعدیل کے پیمانے پر کتنی درست ہوتی ہے؟ اس کی تحقیق کی ضرورت ہے، اس طرح کی روایات قرآن کریم کی ترغیب کثرت ذکر کی آیات سے معارض ہوتی ہیں، مذکورہ روایت ایک صحابی کا قیاس ہے، انہوں نے اس کے بدعت ہونے کی دلیل میں جو حدیث پیش کی ہے وہ خوارج سے متعلق ہے، دیکھئے بخاری جلد اول باب علامات النبوۃ:

يقرأون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية الخ۔

ترجمہ : وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔

اور اسی باب کی دوسری حدیث میں یہ بھی ارشاد ہوا:

فاينما لقيتموهم فاقتلوهم الخ۔

ترجمہ : ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک مخصوص جماعت ہے، اس کو ان تابعین یا صحابہ پر منطبق کرنا عبداللہ بن مسعود کا خطاء اجتہادی

ہے، ان کو اشتباہ ہوا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیحات کی تعلیم دی ہے، حضرت علی اور حضرت فاطمہ نے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر غلام یا لونڈی کی درخواست کی تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا:

الا ادلکما علی خیر مما سالتماہ اذا اخذتما مضاجعکما فکبرا اللہ اربعا وثلثین واحمدا ثلاثا وثلثین وسبحا ثلاثا وثلثین الخ ـــ(بخاری جلد اول باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ : جو چیز تم دونوں طلب کر رہے ہو، اس سے بہتر میں تم کو بتاتا ہوں: جب بستر پر جانے لگو تو چونتیس بار اللہ اکبر تینتیس بار الحمدللہ اور تینتیس بار سبحان اللہ پڑھو۔

بخاری جلد دوم باب فضل التسبیح میں تسبیحات کو مزید عام کیا گیا اور تعداد بھی بڑھائی گئی کہ جو شخص ہر روز سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے گا تو اس کے گناہ ڈھل جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

ایک طویل حدیث ذکر کی فضیلت میں ہے۔ حدیث کا ضروری حصہ یہ ہے کہ فرشتے اہل ذکر کی تلاش میں گلیوں میں گھومتے رہتے ہیں، جب وہ لوگوں کو ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو آواز دے کر بلاتے ہیں کہ یہاں آجاؤ، پھر آسمان دنیا تک فرشتے ذاکرین کو اپنے پروں میں چھپا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تسبیح وتکبیر اور تحمید و تمجید کر رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: بخدا انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب مجھ کو دیکھ لیں گے تو کیا کریں گے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: جب وہ تجھ کو دیکھ لیں گے تو اور شدت سے تیری تمجید کریں گے، زیادہ سے زیادہ تیری عبادت کریں گے اور بہت زیادہ تیری تسبیح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: تجھ سے جنت کے طالب ہیں۔ دیکھئے بخاری جلد دوم باب فضل ذکر اللہ۔

جب صحاح کی احادیث موجود ہوں تو غیر صحاح کی ایک غیر مرفوع روایت کس طرح حجت ہو سکتی ہے؟ بخاری کی آخری حدیث میں جو اوپر نقل کی گئی، تسبیح و تحمید کے مخصوص الفاظ بھی نہیں، تعداد اور وقت کی قید بھی نہیں رکھی گئی ہے۔ اس کو دین میں اضافہ کہنا بڑی عجیب سی بات ہے، اس سے کتاب وسنت سے انکار لازم آتا ہے، قرآن کی شہادت حدیث سے بھی افضل ہے، منکرین تصوف، اس آیہ کریمہ کے بارے میں کیا کہیں گے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ ـــ(الاحزاب)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔

پروفیسر اعظمی نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں فجر کے وقت تسبیح کا ذکر ہے، اور مسجد میں لوگ حکم الٰہی کی تعمیل ہی تو کر رہے تھے، دارمی کی حدیث جو ابن مسعود کا اثر ہے، اسی کو صحیح تسلیم کیا جائے تو صحاح کی احادیث مرفوعہ کا انکار لازم آئے گا اور

قرآن کی تردید ہوگی، قرآن فرماتا ہے کہ ذکر الٰہی کثرت سے کرو، مسٹر اعظمی کہتے ہیں کہ ذکر الٰہی، یہ دین میں اضافہ ہے، قرآن فرماتا ہے: صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو (یعنی سبحان اللہ کہو) مسٹر اعظمی کہتے ہیں: یہ دین میں اضافہ ہے۔ بخاری کی حدیث کے مطابق فرشتے ذکر وتسبیح کرنے والوں کی تلاش میں رہتے ہیں، منکرین تصوف کے خیال میں ملائکہ کا یہ عمل غلط ہوگا، کیونکہ وہ دین میں اضافہ کرنے والے بدعتیوں کی تلاش وتعریف کررہے ہیں۔

منافقین پر نماز جس قدر بھاری ہے، اس سے زیادہ منکرین تصوف پر ذکر وتسبیح حق تعالی بھاری ہے، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے لوگوں سے جو یاد الٰہی سے روکتے ہیں اور ایسے مذہب سے جو ذکر وتسبیح سے بیزاری کی دعوت دیتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللهِ — (سورۂ زمر: ۲۲)

اعظمی صاحب نے اہل تصوف کے رد میں کیسی کیسی علمی خیانتیں کی ہیں، اور کس طرح حقائق کو چھپایا اور توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے حیرت ہوتی ہے۔

تصوف کے دین میں اضافہ ہونے کی تیسری دلیل وہ ترمذی سے لائے ہیں، حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے، کوئی حوالہ نہیں، صرف ترمذی لکھ دیا، پوری حدیث نقل کرتے، امام ترمذی کی وضاحت نقل کرتے تو قارئین کی نظروں میں ان کے مغالطے اور فریب کا پردہ چاک ہوجاتا، یہ ایک طویل بحث ہے اور ترمذی کے تین ابواب میں پھیلی ہوئی ہے، پروفیسر اعظمی کے دلیل کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے:

سنن ترمذی جلد اول باب ما جاء فی ترك الجهر بسم الله الرحمن الرحيم:

عن عبد الله بن مغفل قال سمعني ابي وانا في الصلوة اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال لي اي بني محدث اياك والحدث، قال ولم ار احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ابغض اليه الحدث في الاسلام يعني منه. وقال و قد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع ابي بكر و عمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منهم يقولها، فلا تقلها اذا انت صليت فقل الحمد لله رب العلمين.

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھ کو نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: اے بیٹے! یہ نئی بات ہے اور نئی بات سے بچو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ اسلام میں نئی بات کو برا نہ سمجھتے ہوں، اور میں نے نماز پڑھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی اقتدا میں، تو میں نے کسی کو نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے نہیں سنا، جب تم نماز پڑھو تو الحمد للہ رب العلمین کہو (بلا تسمیہ)

یہ وہ روایت ہے جو مضمون نگار الطاف احمد اعظمی نے صرف وہیں تک نقل کی ہے جہاں تک عبارت خط کشیدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا:

''جس دین میں ذکر الٰہی کے ایک نئے طریقے کو ناپسند کیا گیا وہ ان باتوں کو کیسے پسند کرے گا جو صوفیہ نے ریاضات

اور مجاہدات کی غرض سے اس دین میں داخل کر دی ہیں“

یعنی نماز میں بسم اللہ پڑھنا بدعت اور دین میں اضافہ ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال ابو عیسی حدیث عبد اللہ بن مغفل حدیث حسن والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابو بکر و عمر وعثمان وعلی وغیرھم ومن بعدھم من التابعین . وبہ یقول سفیان الثوری وابن المبارك واحمد واسحق لا یرون ان یجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم ، قالوا ویقولھا فی نفسہ۔

ترجمہ : ابوعیسیٰ کہتا ہے کہ عبد اللہ بن مغفل کی حدیث حسن ہے، اور اسی پر اکثر اہل علم اصحاب کا عمل ہے یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا اور ان کے بعد کے تابعین کا اسی پر عمل ہے، اور یہی قول سفیان ثوری کا ہے، ابن مبارک کا ہے اور احمد اور اسحاق کا، یہ لوگ نماز میں بآواز بلند بسم اللہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے ہیں، ان کا قول ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے دل میں کہے۔

امام ترمذی نے واضح کر دیا کہ یہ مسئلہ بدعت اور احداث فی الدین کا نہیں ہے بلکہ فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ سے پہلے جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟ باب کی مناسبت سے بالجہر بسم اللہ نہ پڑھنے کی حدیث روایت کی اور صحابہ وتابعین کا عمل بتایا، یہ بھی واضح ہوا کہ یہاں پر اعتراض بسم اللہ پڑھنے پر نہیں ہے بلکہ زور سے پڑھنے پر ہے، جب ہی تو عبد اللہ بن مغفل کے والد نے ان کو روکا، اور اس کو احداث فی الاسلام سمجھا، عبد اللہ بن مغفل کے والد کا خیال حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ اس مسئلے پر ان کو دیگر اصحاب کی رائے معلوم نہیں تھی، تیسرے باب کی حدیث اس مسئلے کو مزید واضح کرتی ہے:

باب من رای الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم:

عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبدأ صلوتہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

ترجمہ : عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ شروع کرتے تھے۔

امام ترمذی کی وضاحت ملاحظہ کیجئے:

قال ابو عیسی ولیس اسنادہ بذاك وقد قال بھذا عدۃ من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابو ھریرۃ وابن عمر وابن عباس و ابن الزبیر ومن بعدھم من التابعین وراوا الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم. وبہ یقول الشافعی واسمعیل بن حماد وھو ابن ابی سلیمان و ابو خالد الوالبی واسمہ ھرمز وھو کوفی۔

ترجمہ : ابوعیسی کہتا ہے، اس حدیث کی اسناد ویسی قوی نہیں ہے، اور یہ بات بسم اللہ زور سے کہنے کی کئی اہل علم صحابہ

کا قول ہے، ان میں ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر ہیں اور ان کے بعد کے تابعین، یہ لوگ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اور یہی قول امام شافعی کا ہے اور اسمعیل بن حماد کا جو ابن ابی سلیمان ہیں اور ابو خالد والبی کا ان کا نام ہرمز ہے اور وہ کوفی ہیں۔

عبداللہ بن مغفل کے والد نے نماز میں بالجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کو احداث فی الدین سمجھا، اس مسئلے میں ان کو اشتباہ ہوا، اور منکر تصوف اعظمی صاحب نے اسی کو دلیل بنا کر صوفیہ پر دین میں اضافہ کا الزام عائد کیا، لیکن امام ترمذی کی دوسری روایت اور ان کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ بدعت ''احداث فی الدین'' اور دین میں اضافہ کے مرتکب (نعوذ باللہ) حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے اصحاب بھی ہیں اور ائمہ اربعہ میں ایک جلیل القدر امام فقہ امام شافعی بھی، اعظمی صاحب یا تو اصحاب رسول اور امام شافعی کو بھی بدعتی اور دین میں اضافہ کرنے والا قرار دیں یا اپنے مہمل اور جھوٹے دعوے سے دستبردار ہو جائیں۔

امام ترمذی نے یہ بحث یہیں پر ختم نہیں کی ہے۔ باب فی افتتاح القرأة بالحمد لله رب العلمین میں حدیث باب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال الشافعی انما معنی هذا الحدیث ان النبی صلی الله علیه وسلم و ابا بکر و عمر وعثمان کانوا یفتتحون القرأة بالحمد لله رب العلمین. معناه انهم کانوا یبدؤن بقرأة فاتحة الکتاب قبل السورة ولیس معناه انهم کانوا لا یقرون بسم الله الرحمن الرحیم. وکان الشافعی یری ان یبدأ ببسم الله الرحمن الرحیم وان یجهر بها اذا جهر بالقرأة۔

ترجمہ : امام شافعی نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان الحمدللہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ سورہ کی قرأت سے پہلے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی نہیں پڑھتے تھے۔ اور شافعی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے قرآت شروع کرنا اور جہری نمازوں میں بسم اللہ زور سے پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔

اس تفصیل سے قارئین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اعظمی صاحب نے بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، وہ جس چھری سے اہل تصوف کو ذبح کرنے چلے تھے، وہ چھری کئی جلیل القدر اصحاب رسول اور ائمہ فقہ کے گلوں تک پہنچ رہی ہے، صوفیوں کے خلاف ان کے دعوی کی تیسری دلیل بھی باطل ہوئی۔

اعظمی صاحب نے تصوف اور صوفیوں کو زہد میں غلو سے متہم کیا ہے، چنانچہ ''غلو فی الزہد'' کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

''کوئی عمل بذات خود کتنا ہی اچھا ہو لیکن اگر وہ اعتدال کے دائرے سے باہر نکل جائے تو ناپسندیدہ بن جاتا ہے،

دیکھیں کہ عیسائی رہبان نے محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رہبانیت کا راستہ اختیار کیا لیکن اس کے باوجود، اللہ نے ان کے اس فعل کو ناپسند کیا، قرآن کے الفاظ ہیں: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۔۔۔(حدید:۲۷)"

غلو فی الزہد کے الزام کی دلیل میں مخالف نے سورۂ حدید کی آیت پیش کی ہے، ان کی اس دلیل پر ہم نے استدراک میں تفصیلی گفتگو کی ہے، استدراک میں قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا؟ اس بحث پر پھر ایک نظر ڈالیں اور سورۂ حدید کی آیت مذکورہ کا آخری جملہ دیکھیں:

فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾۔

ترجمہ : تو ان لوگوں کو ہم ان کا اجر دیں گے جو راہبوں میں ایمان والے ہیں، اور ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔

قارئین غور کریں! آیت مذکورہ کی آخری عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ رہبانیت اختیار کرنے والے جو نصاری رہبانیت پر قائم نہیں رہ سکے وہ ایمان سے پھرے ہوئے لوگ تھے، علاوہ دوسری اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہونے کے، جو نصاری رضائے الہی کے لئے ایمان کے ساتھ رہبانیت پر قائم رہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اجر کا مستحق قرار دیا ہے، قارئین کی مزید سہولت کے لئے سورۂ حدید کی پوری آیت کا ترجمہ ہم یہاں پر نقل کر دیتے ہیں:

اور ہم نے ان ہی (ابرہیم ونوح وغیرہ) کے نقش قدم پر اپنے (دوسرے) رسولوں کو چلایا، پھر ان کے بعد عیسی بن مریم کو بھیجا۔ اور ان کو انجیل عطا کی، اور ان کے متبعین کے دلوں میں رافت و رحمت رکھی۔ اور رہبانیت، اس کو انہوں نے خود اختیار کر لیا مگر اللہ کی خوشنودی کے لئے (اختیار کیا) ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا تو وہ اس کی رعایت کا حق ادا نہیں کر سکے (رضائے الہی کے لئے اپنی ہی منتخب کردہ راہ پر قائم نہیں رہ سکے) تو ہم ان راہبوں میں ایمان والوں کو ان کا اجر عطا کریں گے اور ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں (ایمان اور حسن عمل سے دور ہیں)۔

آیت مبارکہ سے تین نکتوں کا انکشاف ہوا:

(الف) رضائے الہی حاصل کرنے کے لئے ابتداع جائز ہے، یعنی کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو سلف کا معمول بہا نہیں ہے۔

(ب) رضائے الہی جیسے مقصد عظیم کے حصول کے لئے دنیا اور آسائش دنیا کا ترک جائز ومباح ہے۔

(ج) رضائے الہی کے لئے ایمان، حسن عمل اور ورع وتقوی کے ساتھ دنیا ومافیہا سے کنارہ کش رہنے والے مستحق اجر ہیں۔ اس کی تائید میں ہم نے استدراک میں بخاری اور ترمذی کی حدیثیں نقل کی ہیں، یہاں بھی حجت تمام کرنے کے لئے دو حدیثیں ہم نقل کر دیتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ای الناس خیر؟ قال رجل یجاھد بنفسه وماله ورجل فی شعب من الشعاب یعبد ربه ویدع الناس من شره ـــ(باب العزلة راحة من خلاط السوء)

ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے پوچھا: یارسول اللہ! سب سے اچھا کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے جان ومال سے راہ حق میں جہاد کرے، اور وہ شخص جو کسی گھاٹی میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کرے اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دے ان کے شر کی وجہ سے۔

اس حدیث سے معاشرتی زندگی کو ترک کر کے، انسانوں کی آبادی سے دور رہ کر عبادت کرنے کا جواز ظاہر ہورہا ہے، اور بخاری نے جس عنوان سے باب باندھا ہے، وہ بھی منکرین تصوف کے لئے قابل غور ہے ”العزلة راحة من خلاط السوء“ (برائیوں سے بچنے کے لئے عزلت گزینی میں راحت ہے)۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ستکون فتن القاعد فیھا خیر من القائم والقائم فیھا خیر من الماشی والماشی خیر من الساعی من تشرف لھا تستشرفه فمن وجد فیھا ملجأً او معاذا فلیعذ به ـــ (بخاری: ۲، باب الفتن)

ترجمہ : ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، اس زمانے میں بیٹھنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہے، اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہے اور چلنے والا لپکنے والے سے بہتر ہے، جو شخص فتنہ پر غالب آنا چاہے گا تو فتنہ اس پر غالب آجائے گا، جو شخص اس وقت کوئی ٹھکانا اور پناہ پائے وہ پناہ لے لے۔

سورۂ حدید اور احادیث بخاری سے ثابت ہوگیا کہ ترک دنیا اور گوشہ نشینی غلو فی الزہد نہیں ہے، ناقد تصوف اور شاتم صوفیا پروفیسر اعظمی کا دعویٰ غلط اور دلیل ان کے مفید مطلب نہیں۔

ان کی دوسری دلیل بخاری کی حدیث ہے، حدیث طویل ہے مختصراً یہ کہ صحابہ کی ایک جماعت گفتگو کر رہی تھی، بعض صحابہ نے کہا کہ وہ عمر بھر روزے رکھیں گے اور کبھی ناغہ نہیں کریں گے، ایک نے کہا وہ ساری رات نماز پڑھیں گے، سوئیں گے نہیں کسی نے کہا وہ عورتوں سے دور رہے گا، نکاح نہیں کرے گا، ان لوگوں کی باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انتم القوم الذین قلتم کذا و کذا؟ واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم له، لکنی اصوم وافطر، واصلی وارقد، واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

ترجمہ : تم ہی وہ لوگ ہو جو اس قسم کی باتیں کر رہے تھے؟ بخدا! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (روزہ چھوڑ بھی دیتا ہوں) اور نماز پڑھتا اور (راتوں کو) سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، تو جو میرے طریقے سے اعراض کرے وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔

حدیث نقل کرنے کے بعد اعظمی صاحب نے صوفیا کے بارے میں جو"کلمات خیر" ارشاد فرمائے ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیے:

"قرآن اور نبی کی واضح تعلیمات کے باوجود صوفیا نے رہبانیت کی راہ اختیار کی اور عیسائی رہبان کی طرح عبادت میں غلو کیا، ایک بزرگ بیس سال تک مستقل کھڑے رہے، صرف نماز میں تشہد کے لئے بیٹھتے تھے، سرّی ایک بڑے عبادت گزار بزرگ گزرے ہیں، وہ اٹھانوے برس تک زندہ رہے اور کہا جاتا ہے کہ سوائے مرض الموت کے کبھی نہیں لیٹے"

اولاً تو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جن بزرگوں کے بارے میں مسٹر اعظمی نے کشف المحجوب اور احیاء العلوم کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ کسی حد تک صحیح ہے؟ جب قرآن وحدیث پیش کرنے میں وہ خیانت کی جرأت کر سکتے ہیں تو صوفیا کی کتابوں کے حوالے میں خیانت کرنا واجب سمجھتے ہوں گے۔ بیس سال تک کسی انسان کا کھڑے رہنا اور اٹھانوے برس تک کی مدت بغیر لیٹے گزار دینی، طاقت بشری سے باہر ہے، یا تو کتاب کی عبارت کا مفہوم کچھ اور رہوگا یا اعظمی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق ترمیم کر لی ہوگی۔ صرف تشہد میں بیٹھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ روزانہ صبح سے رات تک کی فرض وواجب نمازوں میں لگاتار بیٹھنا لازم آئے گا، سنن اور نوافل اس کے علاوہ ہیں، فرائض وواجبات میں روزانہ گیارہ بار بیٹھنے والا بیس سال کی مدت میں کتنی بار بیٹھے گا؟ اس کو بیس سال تک مستقل کھڑے رہنا کیسے کہا جائے گا؟۔

بخاری کی حدیث مذکورہ سے اعظمی صاحب، صوفیا کا غلو فی الزہد ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کا دعوی اس دلیل سے بھی ثابت نہیں ہو رہا ہے کیونکہ خود قرآن ایسے اصحاب رسول کی مدح فرما رہا ہے جو راتوں کو سوتے نہیں تھے، ساری رات دعا، استغفار ومناجات اور عبادتوں میں مشغول رہتے تھے، سورۂ سجدہ کی آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴿۱۶﴾ ـــ (السجدۃ)

ترجمہ: یہ لوگ بستروں سے اپنے پہلو الگ رکھتے ہیں اور اپنے رب سے خوف وطمع کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے (راہ حق میں) خرچ کرتے ہیں۔

یہ بات یاد رہے کہ سورۂ سجدہ مکے میں نازل ہوئی ہے اور بخاری کی حدیث کا تعلق مدینہ سے ہے، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حدیث میں عام لوگ مراد ہیں اور بر بنائے شفقت یہ بات کہی گئی ہے، لفظ عام سے ہوسکتا ہے ناقد تصوف کی رگ اعتراض پھڑکنے لگے، تو یہ عرض کر دوں کہ عام سے جماعت صحابہ کے عوام مراد ہیں نہ کہ غیر صحابہ کے عوام۔ اصحاب رسول میں عوام وخواص کی تقسیم خود قرآن سے ہی ثابت ہے۔ متواتر روزہ رکھنے سے متعلق بخاری: ۲، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبدع لقوله یا اهل الکتاب لا تغلو فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق میں ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر روزہ رکھنے کو (یعنی بغیر سحری کھائے صوم وصال رکھنے کو) منع فرمایا، اصحاب نے عرض کیا کہ آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا:

انی لست مثلکم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی الخ ۔

ترجمہ : میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، مجھ کو تو میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

امام بخاری نے غلو فی الدین والبدع کا باب قائم کیا ہے، لیکن حدیث میں غلو وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، یہاں بھی شفقت ورحمت کی بنا پر صحابہ کو منع کیا گیا، اگر یہ غلط ہوتا یا زہد میں غلو ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھتے؟ جب اللہ تعالی اہل کتاب کو دین میں غلو سے منع فرمارہا ہے تو دین میں غلو مرضی الہی کے خلاف ہے، لیکن سورہ سجدہ کی آیت مذکورہ میں رات بھر بیدار رہ کر عبادت کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے، اس کے مطلب یہ ہیں کہ یہ باتیں غلو کے زمرے میں نہیں آتی ہیں، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ عبادت اور زہد میں کوئی غلو نہیں ہے، غلو ہوگا تو رہبانیت سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا اور اس پر سطور ماسبق میں گفتگو کی جا چکی، عبادت میں غلو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت ہونے لگے، اور کثرت ذکر وعبادت ہر حال میں رضائے الہی کا سبب ہے، زہد و عبادت میں اعتدال پسندی اور غلو کا ذکر اور اس کی ممانعت نہ کہیں قرآن کریم میں وارد ہے نہ حدیث شریف میں۔ یہاں پر شاید قارئین کے ذہن میں یہ آیت کریمہ آئے:

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ ــــ (سورۂ نساء، ۱۷۱)

ترجمہ : اے اہل کتاب دین میں غلو نہ کرو۔

تو یہ حکم یہود ونصاری کے متعلق ہے، مسلمانوں کے بارے میں کہیں ایسی آیت کریمہ ہو تو منکرین تصوف ضرور بتائیں۔

اہل کتاب کا غلو کیا تھا؟ بعد کی آیت میں واضح ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط ــــ (سورۂ نساء، ۱۷۱)

ترجمہ : اور اللہ کے بارے میں حق کہو۔

وہ اللہ کے بارے میں کہتے تھے:

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ م ــــ (سورۂ مائدہ: ۷۳)

ترجمہ : کافروں نے کہا: اللہ تین کا تیسرا ہے (یعنی خدا تین ہیں: اللہ، عیسی بن مریم، روح القدس)۔

صوفیوں کا دامن ایسی آلائشوں سے پاک ہے۔

بخاری کی جو حدیث اعظمی صاحب نے دلیل میں پیش کی ہے، اس سلسلے میں قارئین کو ایک بنیادی مسئلہ سمجھ لینا چاہئے کہ نبی، امت کی تعلیم میں امت کی اکثریت کی رعایت کرتے ہیں، اور اکثریت عوام پر مشتمل ہوتی ہے، خواص ہر زمانے میں کم ہوتے ہیں، خواص کی رعایت کی جائے تو عوام مسلمین کے لئے مشکل پیش آئے گی۔ فرائض وواجبات تو سب کے لئے برابر ہیں لیکن اعمال نافلہ میں عام لوگوں کی رعایت ضروری ہے، اور یہی سبب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمول کی زندگی پر فقر کی زندگی کو ترجیح دی، کیونکہ اہل ثروت کی تعداد کم ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہانہ زندگی کی اتباع عامۂ مسلمین کے لئے

بہت مشکل ہو جاتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ لوگوں کو رات بھر عبادت کرنے اور ہمیشہ روزہ رکھنے اور نکاح نہ کرنے کی اجازت عطا فرما دیتے تو نہ صرف عام اجتماعی زندگی اس سے متاثر ہوتی ،لوگ یہ سمجھ لیتے کہ خشیت الٰہی اور تقویٰ کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں، اس لئے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ بات کہی گئی تا کہ لوگ شب بیداری ،صوم وصال اور تجرد کو ہی تقویٰ و خشیت کا معیار نہ سمجھ لیں۔ اور یہی آپ ﷺ کا طریقہ اور سنت ہے جس سے اعراض کی اجازت نہیں، ازدواجی تعلقات اور معتاد طریقۂ عبادت سے بھی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوسکتا ہے، بہت سے صوفیوں نے شادیاں کیں، اور بعض نے کئی نکاح کئے، جن صوفیوں نے تجرد کی زندگی گذاری ،انہوں نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کو کبھی نکاح سے نہیں روکا، اور خود ان کا نکاح نہ کرنا، ان کی ذاتی اور داخلی زندگی کا مسئلہ ہے، اس کا کوئی بھی سبب ہوسکتا ہے، حدیث میں ان لوگوں کو روزہ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے یعنی اپنے اہل کی کفالت نہیں کر سکتے ، یہاں پر یہ بات غور طلب ہے کہ ایک آدمی مالی مسئلے کی وجہ سے نکاح جیسی سنت سے محروم ہے اور اس کا شمار تارک سنت میں نہیں ہوتا اور ایک آدمی اس لئے نکاح نہیں کر رہا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ ازدواجی تعلقات میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو جائے گا منکرین تصوف اس کو تارک سنت اور تعلیمات نبوی ﷺ کا مخالف قرار دینے پر بضد ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے مطابق ایسے جذبے کا دل میں پیدا ہونا طبائع انسانی سے بعید تو نہیں ہے؟ آخر جہاد میں محبت الٰہی کا جذبہ ہی تو جان دینے پر آمادہ کرتا ہے، ایسے مغلوب المحبۃ بندوں کو ہدف لعنت وملامت بنانا دراصل حب الٰہی کا استہزاء ہے، کاش منکرین تصوف، ذات باری جل شناءہ کے مقام کو سمجھ لیتے تو محبت الٰہی کے استہزاء کے وبال میں نہ پڑتے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٤١ —(النازعات)

—(جاری)

****

اس کیو- آر کوڈ کے ذریعے :

- دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ اہم مطبوعات حاصل کر سکتے ہیں۔
- سہ ماہی مجلہ "المجیب" کی پی،ڈی،ایف آن لائن ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔
- خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور یہاں کے تمام شعبہ جات کی مکمل معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔
- یوٹیوب، فیس بک اور واٹس ایپ وغیرہ پر رویت ہلال، اعراس ومجالس کے اعلانات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

https//:linktr.ee/khanquahmujeebia

مساجد میں خواتین کی آمد کا شرعی حکم

● مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا موصوف کا یہ مقالہ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فقہی سیمینار کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ حالات حاضرہ کے پیش نظر قارئین المجیب کے فائدہ کے لئے شریک اشاعت کیا جارہا ہے — (ادارہ)

اسلامی نظام حیات میں مساجد کا مقام وکردار اور مسجدوں کی تعمیر کے مقاصد :

اسلامی معاشرہ میں مساجد کا اہم کردار ہے۔ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے زمانوں میں مسلمانوں کے تمام اجتماعی مسائل ومشکلات پر مسجد میں ہی غور وفکر اور صلاح ومشورہ کیے جاتے تھے، خلفاء فیصلے فرماتے تھے۔ اس لئے اسلامی معاشرہ میں مسجد کی بنیادی حیثیت ہے۔

مسجد صرف نماز پڑھنے اور اذکار وادعیہ کے لئے ہی نہیں تعمیر کی جاتی ہے۔ اقامت صلاۃ کے ساتھ اس کے کچھ دوسرے اہم مقاصد بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں اس کی صراحت ہے کہ مسجد کا آباد کرنا ایمان کی علامت ہے۔ شرک وکفر میں مبتلا لوگ مسجد آباد نہیں کرسکتے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي
النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ
فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸ ___ (التوبۃ)

ترجمہ : مشرکوں کے لئے یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب وہ اپنی جانوں پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں، ان لوگوں کے سارے اعمال رائیگاں ہیں اور وہ دوزخ میں ہی ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی مسجدوں کو آباد وہی کرے گا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہے اور اس نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا، امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔

مسجد اعتکاف کرنے کا مقام بھی ہے۔ مردوں کا اعتکاف مسجد میں ہی ہوتا ہے۔

ان ابن عباس والحسن قالا: لا اعتکاف الا فی مسجد تقام فیه الصلاۃ ــــ(مصنف عبد الرزاق، السنن الکبری للبیهقی، باب الاعتکاف فی المسجد)۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام حسن بصری سے یہ قول مروی ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں ہی ہوسکتا ہے جس میں نماز (جماعت کے ساتھ) ہوتی ہو۔

مسجد میں جانے والا اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہے۔

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من غدا الی المسجد وراح اعد الله له نزله من الجنة کلما غدا اوراح ــــ(صحیح البخاری، باب فضل من غدا الی المسجد وراح)

ترجمہ : ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص صبح میں مسجد جاتا ہے اور شام میں مسجد جاتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں ضیافت کا انتظام فرماتا ہے صبح یا شام جب وہ جائے۔

مسجد میں جانے والوں کو نور کامل کی بشارت ہوتی ہے۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم : بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامة ــــ(سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی المشی الی الصلاۃ، سنن ابن ماجة، باب المشی الی الصلاۃ)

ترجمہ: ارشاد نبوی ہے: رات کی تاریکیوں میں مسجد جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور کی بشارت دے دو۔

علم کی اشاعت بھی مساجد کا ایک اہم مقصد ہے۔ اصحاب صفہ کی تعلیم وتربیت بھی مسجد میں ہوتی تھی۔ ایک بار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں دو حلقے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ایک حلقہ تلاوت و دعا میں مصروف ہے اور دوسرا حلقہ تعلیم وتعلم میں مصروف ہے۔ آپ نے دونوں حلقوں کو خیر پر بتایا اور اہل علم والے حلقہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ہر زمانے میں مسجدیں علم کی اشاعت کا ذریعہ رہی ہیں، بعض ممالک میں مدارس مسجدوں میں ہی ہوا کرتے تھے۔

خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم من بعض حجره، فدخل المسجد فاذا هو بحلقتین، احداهما یقرأون القرآن ویدعون الله، والاخری یتعلمون ویعلمون، فقال النبی صلی الله علیه وسلم: کل علی خیر، هؤلاء یقرأون القرآن ویدعون الله، فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم، وهؤلاء یتعلمون ویعلمون وانما بعثت معلما وجلس معهم ــــ(سنن ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے حجرے سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے تو وہاں دو حلقے لگے ہوئے تھے۔ ایک حلقہ قرآن پڑھنے والوں اور اللہ تعالی سے دعا کرنے والوں کا تھا، اور دوسرا حلقہ تعلیم حاصل کرنے والوں اور ان کو درس دینے والوں کا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب خیر پر ہیں۔ یہ لوگ (پہلی جماعت) قرآن پڑھ رہے ہیں اور

اللہ تعالی سے دعا کر رہے ہیں۔اللہ تعالی چاہے گا تو ان کو دے گا اور چاہے گا تو نہیں دے گا۔اور یہ لوگ (دوسری جماعت) تعلیم وتدریس میں مشغول ہیں، مجھے معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔آپ تعلیم وتدریس والے حلقے میں بیٹھے۔

مساجد کی تعمیر کا ایک اہم مقصد وعظ ونصیحت بھی ہے۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ہی وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔خلفائے راشدین کے ادوار اور بعد کے زمانوں میں بھی وعظ ونصیحت کا سلسلہ مسجد سے ہی جاری رہا۔امت کی اصلاح وارشاد کے لئے مسجد کا منبر زیادہ مؤثر ومفید ہے۔

عہد نبوی میں نماز کے لئے خواتین کی مسجد میں حاضری :

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواتین فرض نمازیں پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آتی تھیں۔ سلام پھیرنے کے بعد مرد حضرات اپنی جگہوں پر بیٹھے رہتے،خواتین پہلے اٹھ کر چلی جاتیں،اس کے بعد مرد حضرات اٹھتے تھے۔

ان ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتھا ان النساء فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن اذا سلمن من المکتوبة قمن وثبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن صلی من الرجال ماشاء اللہ، فاذا قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام الرجال—(صحیح البخاری، باب انتظار الناس قیام الامام العالم)

ترجمہ : ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ عہد نبوی میں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد خواتین اٹھ جاتی تھیں۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وہیں پر کچھ دیر (بیٹھے) رہتے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو صحابہ کرام بھی اٹھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو خواتین چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتی تھیں تاریکی کی وجہ سے کوئی ان کو پہچان نہیں پاتا تھا۔

عن عائشة قالت:ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی الصبح فینصرف النساء متلفعات بمروطھن مایعرفن من الغلس—(صحیح البخاری، باب انتظار الناس قیام الامام العالم)

نمازوں میں خواتین کی شرکت کا ثبوت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ملتا ہے کہ میں نماز کو کبھی طویل کرنا چاہتا ہوں مگر مجھے چھوٹے بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے تو میں نماز کو مختصر کرلیتا ہوں تاکہ نماز کے طویل ہونے سے اس بچے کی ماں کو پریشانی نہ ہو۔

عن عبد اللہ بن ابی قتادة الانصاری عن ابیه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انی لاقوم الی الصلاة وانا ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلاتی کراھیة ان اشق علی امه—(صحیح البخاری، باب انتظار الناس قیام الامام العالم)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صراحت کے ساتھ یہ ارشاد بھی ہے کہ اگر کوئی خاتون مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو منع نہ کرو، اجازت دے دیا کرو۔ بعض روایت میں رات کی نماز میں اجازت دینے کا حکم مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں خواتین کی مسجد نبوی میں حاضری منشأ نبوی کے مطابق تھی۔ پردے کے ساتھ نمازوں میں شرکت، عیدین میں حاضری اور وعظ ونصیحت سننا یہ سب ان کی اصلاح وتربیت کے لئے تھا۔

عن سالم عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم: اذا استاذنت امراة احدکم الی المسجد فلا یمنعها ــــ(صحیح البخاری، باب استئذان المراة زوجها فی الخروج الی المسجد وغیره، صحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة و انها لا یخرجن مطیبة)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ جب کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے۔

عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا استاذنکم نساؤکم باللیل الی المسجد فاذنوا لهن ــــ(صحیح البخاری،باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، صحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة و انها لا یخرجن مطیبة)

ترجمہ : جب تمہاری بیویاں تم سے رات (کی نماز) میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دو۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حکم تھا کہ زیب وزینت کے ساتھ مسجد نہ جائیں، اسی طرح خوشبو اور بخور لگا کر نہ جائیں، سادہ اور معمولی لباس میں مسجد جائیں۔

عن زینب امراة عبد الله قالت: قال لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا شهدت احداکن المسجد فلا تمس طیبا ــــ(صحیح مسلم ، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة و انهالا یخرجن مطیبة)

ترجمہ : ارشاد نبوی ہے کہ جب تم عورتوں میں سے کوئی مسجد جائے تو خوشبو لگا کر نہ جائے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ایما امراة اصابت بخوراً فلا تشهد معنا العشاء الآخرة ــــ(صحیح مسلم ،باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة و انهالا یخرجن مطیبة)

ترجمہ : ارشاد نبوی ہے کہ جو عورت بخور لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں نہ آئے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لاتمنعوا اماء الله مساجد الله، ولکن لیخرجن تفلات ــــ(سنن ابی داؤد،باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد)

ترجمہ : ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ کی بندیوں کو مساجد سے نہ روکو۔ لیکن وہ (بغیر زیب وزینت کے) معمولی لباس میں جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں خواتین کی اصلاح وتعلیم کے لئے ان کی مسجد نبوی میں حاضری ہوتی تھی ،یہ حاضری سادہ اور معمولی لباس میں ، زیب وزینت وخوشبو کے بغیر پردے کے ساتھ ہوتی تھی اور یہ منشائے نبوی کے مطابق تھی۔

صحابہ کرام کا موقف :

عہد نبوی کے بعد ہی عہد صحابہ میں متعدد صحابہ کرام کو مساجد میں عورتوں کی نماز میں شرکت میں قباحت نظر آنے لگی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے منع فرمانے لگیں۔وہ فرماتی تھیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اِس وقت کے حالات دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں آنے سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت: لو ادرك رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بنی اسرائیل— (صحیح البخاری، انتظار الناس قیام الامام العالم)

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانے میں اس کو ناپسند فرماتے تھے۔ان کی ایک اہلیہ محترمہ فجر اور عشاء کی جماعت میں شرکت کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں،حضرت عمرؓ زمانے کے حالات اور فتنہ وفساد کے اندیشہ سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے مگر اجازت والی حدیث نبوی کے پیش نظر ان کو منع نہیں کرتے تھے۔بعد میں ان کی اہلیہ محترمہ نے مسجد جانا چھوڑ دیا۔

عن ابن عمر قال: كانت امراة لعمر تشهد صلاة الصبح والعشاء فی الجماعة فی المسجد، فقيل لها: لما تخرجين وقد تعلمين ان عمر یکره ذلك ويغار؟ قالت: وما يمنعه ان ينهانی؟ قال يمنعه قول رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاتمنعوا اماء الله مساجد الله—(صحیح البخاری، باب هل علی من يشهد الجمعة غسل من النساء والصبیان وغیرهم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حدیث نبوی سنائی کہ رات میں خواتین کو مسجد جانے سے منع نہ کرو۔ ان کے ایک صاحبزادے نے کہا کہ ہم ان کو جانے نہیں دیں گے، ورنہ وہ اس کو فریب بنا لیں گی، حضرت ابن عمرؓ کو بہت ناگوار ہوا کہ میں حدیث نبوی پیش کر رہا ہوں کہ ان کو جانے سے منع نہ کرو، اور تم کہتے ہو کہ نہیں جانے دوں گا۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاتمنعوا النساء من الخروج الی المساجد بالليل فقال ابن لعبد الله بن عمر: لاندعهن يخرجن فيتخذنه دغلا، فزبره ابن عمر قال: اقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وتقول لا ندعهن— (صحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة وانها لایخرجن مطیبة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کسی عورت کو مسجد جاتے ہوئے دیکھا جس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ انہوں نے اس کو واپس گھر لوٹ جانے کا حکم دیا اور یہ حدیث سنائی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو

عورت خوشبو لگا کر مسجد جاتی ہے اس کی نماز اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ وہ واپس جا کر غسل نہ کرلے۔

عن ابی هريرة رضى الله عنه انه لقى امرأة يعصف ريحها، فقال: يا امة الجبار! تريدين المسجد؟ قالت: نعم، قال: وله تطيبت؟ قالت: نعم، قال: فارجعي،فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من امرأة تخرج الى المسجد فيعصف ريحها فيقبل الله منها صلاة حتى ترجع فتغتسل—(السنن الكبرى للبيهقي، باب المرأة تشهد المسجد)

خواتین کے لئے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت :

خواتین کو مسجد میں جانے کی اجازت ان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کے لئے دی گئی تھی اور فتنہ کے اندیشہ سے زیب وزینت اور خوشبو وعطر لگانے سے منع کیا گیا تھا۔عام اور سادہ کپڑوں میں جانے کا حکم تھا۔لیکن صراحت سے یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ خواتین کے لئے مسجد کی بہ نسبت گھر میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔گھر میں بھی تنگ کمرے میں ان کی نماز کو زیادہ فضیلت والی بتایا گیا ہے۔عورتوں کی سب سے بہتر عبادت گاہ ان کے گھر کا اندرونی حصہ قرار دیا گیا ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لاتمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن—(سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد)

عن عبد الله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : صلاة المراة فى بيتها افضل من صلاتها فى حجرتها و صلاتها فى مخدعها افضل من صلاتها فى بيتها—(سنن ابی داؤد، باب التشديد فی ذلك)

عن ام سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: خير مساجد النساء قعر بيوتهن—(السنن الكبرى للبيهقي، باب خير مساجد النساء قعر بيوتهن)

خواتین کی مسجدوں میں حاضری مسالک اربعہ میں :

مسالک اربعہ میں خواتین کے مسجد میں جانے کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھا گیا ہے، زمانے کے حالات اور صحابہ کرام کے اقوال کے پیش نظر اس کی عام اجازت نہیں دی گئی ہے۔البتہ اباحت والی احادیث کی وجہ سے شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے۔ہم ذیل میں چاروں فقہی مسالک کی کتابوں سے اس کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

فقہ حنفی :

فقہ حنفی میں فقہاء متقدمین کے نزدیک جوان خواتین کا مسجد جانا مکروہ ہے۔بوڑھی خواتین کا رات کی نمازوں میں جانا مکروہ نہیں ہے۔وہ رات میں نماز کی جماعت میں شرکت کے لئے مسجد جاسکتی ہیں۔لیکن متاخرین احناف کے نزدیک خواتین کی نماز کی جماعتوں میں حاضری مطلقاً مکروہ ہے،خواہ جمعہ کی نماز ہو یا عیدین کی نمازیں ہوں یا وعظ ونصیحت کی مجلسیں ہوں۔

خواہ یہ خواتین جوان ہوں یا بوڑھی ہوں، دن کی نماز ہو یا رات کی۔ یہ کراہت فتنہ کے خوف یا فساد زمان کی وجہ سے ہے کہ عورتوں کے اپنے گھروں سے باہر نکل کر مسجد یا جماعت میں بکثرت جانے سے فتنہ کا بڑا اندیشہ ہے۔خراب قسم کے لوگ ان کا پیچھا کریں گے۔خود وہ بھی فتنہ میں مبتلا ہو سکتی ہیں۔علامہ شرنبلالی نے کراہت کی ایک دوسری وجہ بھی ذکر کی ہے کہ اس میں حکم قرآنی کی مخالفت ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے خواتین کو گھر میں رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (الاحزاب: ۳۳) اور حدیث نبوی میں ہے کہ ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔مسجد جانے میں ان اوامر کی مخالفت ہوتی ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ نے بہت بوڑھی خواتین کو اس کراہت سے مستثنی کیا ہے یعنی بوڑھی خواتین نماز پڑھنے کے لئے مسجد جا سکتی ہیں۔متاخرین کا مطلقاً کراہت کا فتوی کہ خواتین جوان ہوں یا بوڑھی ہوں، نماز رات کی ہو یا دن کی، سب صورتوں میں کراہت ہے یہ فتوی امام صاحب اور صاحبین کے قول کے بظاہر خلاف نظر آتا ہے۔کیوں کہ امام صاحب اور صاحبین بالاتفاق جوان خواتین کے تمام نمازوں میں مسجد جانے کی کراہت کے قائل تھے اور امام صاحب بوڑھی خواتین کے ظہر، عصر اور جمعہ میں جانے کو مکروہ بتاتے تھے، بقیہ نمازوں یعنی مغرب، عشاء اور فجر میں مسجد جانے کی اجازت دیتے تھے۔صاحبین بوڑھی خواتین کے تمام نمازوں میں جانے کی اجازت دیتے تھے اور متاخرین نے فتنہ اور فساد زمانہ کی وجہ سے مطلقا کراہت کا حکم دیا ہے۔لیکن جب کراہت کی علت پر نظر کی جائے گی تو متاخرین کا یہ فتوی امام صاحب اور صاحبین کے اقوال کے خلاف نظر نہیں آئے گا، کیونکہ جس علت سے جوان خواتین کو منع کیا گیا ہے وہی علت اس وقت تمام خواتین کی مسجد حاضری میں پائی جا رہی ہے۔

و کرہ جماعة النساء بواحدة منهن ولایحضرن الجماعات لما فیه من الفتنة والمخالفة ــــ(مراقی الفلاح)

(ولایحضرن الجماعات). لقوله صلی الله علیه وسلم: صلاة المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها. اه. فالافضل لها ما کان استر لها، لافرق بین الفرائض وغیرها کالتراویح الا صلاة الجنازة فلا تکره جماعتهن فیها لانها لم تشرع مکررة، فلو انفردت تفوتهن...(والمخالفة) ای مخالفة الامر لان الله تعالی امرهن بالقرار فی البیوت، فقال تعالی: وقرن فی بیوتکن، وقال صلی الله علیه وسلم: بیوتهن خیر لهن لو کن یعلمن ــــ(حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص ۱۶۶)

ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً علی المذهب المفتی به لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثاً العجائز المتفانیة ــــ(الدر المختار)

قوله: ولو عجوزاً لیلاً. بیان للاطلاق ای شابةً او عجوزاً نهاراً او لیلاً. قوله: علی المذهب المفتی به. ای مذهب المتاخرین. قال فی البحر: وقد یقال: هذه الفتوی التی اعتمدها المتاخرون مخالفة لمذهب الامام وصاحبیه فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقا اتفاقا، واما العجوز فلها حضور الجماعة عند الامام الا فی الظهر والعصر والجمعة ای وعندهما مطلقا، فالافتاء بمنع العجائز فی الکل مخالف للکل فالاعتماد علی

مذهب الامام ۔اه۔ قال فی النهر: وفیه نظر، بل هو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقیام الحامل وهو فرط الشهوة بناء علی ان الفسقة لاینتشرون فی المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفی الفجر والعشاء نائمون، فاذا فرض انتشارهم فی هذه الاوقات لغلبة فسقهم کما فی زماننا بل تحریهم ایاها کان المنع فیها اظهر من الظهر۔ اه— (ردالمحتار، باب الامامة)

فقہ مالکی:

مالکیہ کے نزدیک خواتین کے مساجد میں جانے کی اجازت ان شرطوں کے ساتھ ہے: (۱) رات کی نمازوں میں جائیں۔(۲) زیب وزینت کے بغیر جائیں۔(۳) خوشبو لگا کر نہ جائیں۔(۴) مردوں کے ساتھ مل کر نہ جائیں۔(۵) صرف بوڑھی عورتیں جائیں، جوان عورتیں نہ جائیں جن کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔(۶) راستے میں بھی کوئی خرابی یا فتنہ نہ ہو۔ اگر اس کے خلاف ہو تو ان کو مسجد جانے سے روکنا واجب ہے۔

فی الحدیث: لاتمنعوا اماء الله مساجد الله ۔ قال الآبی فی شرح مسلم: قال القاضی عیاض: هو اباحة خروجهن وحض أن لایمنعن بدلیل أن لایخرجن الا باذن الزوج ۔ ثم قال عن القاضی: وشرط العلماء فی خروجهن أن یکون بلیل غیر متزینات ولامتطیبات ولامزاحمات للرجال ولاشابة مخشیة الفتنة، وفی معنی الطیب اظهار الزینة وحسن الحلی فان کان شیئ من ذلك وجب منعهن خوف الفتنة، وقال ابن المسلمة: تمنع الشابة الجمیلة المشهورة، قال الشیخ محیی الدین: ویزاد لتلك الشروط أن لا یکون فی الطریق ما تتقی مفسدته، قال القاضی عیاض: واذا منعن من المسجد فمن غیره أولی ۔ انتهی۔۔ ۔قال فی الطراز: ۔ ۔ ۔ وقد منع النبی صلی الله علیه وسلم من یوجد منها ریح البخور أن تخرج الیه لیلا، وذکر حدیث عائشة ثم قال: وقد کره مالك ذلك للشابة ولعل هذا هو المعهود من عمل الصحابة فلا یعرف أن أبکارهن ومن ضاهاهن یخرجن الی المسجد، ولو خرج جمیع النساء لملأن المسجد وعادلن الرجال فی ذلك —(مواهب الجلیل شرح مختصر الخلیل للحطاب الرعینی ۴۵۱/۲)

فقہ شافعی:

شوافع کے نزدیک خواتین کے لئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ جوان خواتین کا مردوں کے ساتھ مسجد جانا مکروہ ہے۔ شوہر یا عورت کے ولی کے لئے جوان خواتین کو مسجد جانے کی اجازت دینا بھی مکروہ ہے۔

و الجماعة فی المسجد لغیر المرأة ومثلها الخنثی افضل منها فی غیر المسجد کالبیت، وجماعة المرأة و الخنثی فی البیت افضل منها فی المسجد لخبر الصحیحین: صلوا ایها الناس! فی بیوتکم فان افضل الصلاة صلاة المرء فی بیته الا المکتوبة ۔ ای فهی فی المسجد افضل، لان المسجد مشتمل علی الشرف والطهارة واظهار الشعائر وکثرة الجماعة وقال صلی الله علیه وسلم: لا تمنعوا نساء کم المساجد وبیوتهن خیر لهن۔ ۔ ۔ ویکره

لذوات الهیئات حضور المسجد مع الرجال، ویکره للزوج والسید والولی تمکینهن منه لما فی الصحیحین عن عائشة رضی الله عنها: لو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رأی ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل ولخوف الفتنة ــــ(مغنی المحتاج شرح المنهاج للخطیب الشربینی ۱/۵۶۷)

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ اگر درج ذیل شرائط پائی جائیں تو خواتین کو مسجد جانے کی اجازت ہوگی: (۱) خوشبو لگا کر نہ جائیں۔ (۲) زیب وزینت کر کے نہ جائیں۔ (۳) پیروں میں آواز والی پائل نہ ہوں۔ (۴) بہترین لباس پہن کر نہ جائیں۔ (۵) مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔ (۶) جوان نہ ہوں جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔ (۷) راستے میں کسی فتنہ یا خرابی کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ سب شرطیں پائی جائیں تو ان کو مسجد جانے سے روکنا شوہر کے لئے مکروہ تنزیہی ہے اور اگر شوہر نہ ہو تو ان کو روکا جانا مکروہ تحریمی ہے۔

قوله صلی الله عیه وسلم: لاتمنعوا اماء الله مساجد الله. هذا وشبهه من احادیث الباب ظاهر فی انها لا تمنع المسجد لکن بشروط ذکرها العلماء ماخوذه من الاحادیث، وهو ان لاتکون متطیبة، ولامتزینة، ولا ذات خلاخل یسمع صوتها، ولاثیاب فاخرة، ولامختلطة بالرجال، ولاشابة ونحوها ممن یفتتن بها، ولاان یکون فی الطریق ما یخاف به مفسدة ونحوها. وهذا النهی عن منعهن من الخروج محمول علی کراهة التنزیه اذا کانت المرأة ذات زوج او سید ووجدت الشروط المذکورة، فان لم یکن لها زوج ولاسید حرم المنع اذا وجدت الشروط ــــ(شرح مسلم للنووی، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة وانها لاتخرج متطیبة)

فقہ حنبلی :

حنابلہ کے نزدیک مردوں کی جماعت میں خواتین کی شرکت کی اجازت ہے ان شرائط کے ساتھ کہ وہ خوشبو نہ لگائے ہوں اور معمولی سادہ کپڑا پہنے ہوں اور شوہر کی اجازت سے مسجد گئی ہوں۔ جوان یا خوبرو خواتین کی مردوں کی جماعت میں شرکت فتنہ کے اندیشہ سے مکروہ ہے۔

وهی ای الجماعة واجبة وجوب عین . . علی الرجال الاحرار القادرین علیها . . دون النساء . . وتسن الجماعة فی المسجد . . وتستحب الجماعة لنساء اذا اجتمعن منفردات عن الرجال سواء کان امامهن منهن او لا . . ویباح لهن حضور جماعة الرجال تفلات غیر متطیبات . . باذن ازواجهن . . . ویکره حضورها أی جماعة الرجال لحسناء شابة او غیرها لانها مظنة الافتتان ویباح الحضور لغیرها أی غیر الحسناء تفلة غیر متطیبة باذن زوجها وبیتها خیر لها للخبر. (کشاف القناع عن متن الاقناع للبهوتی ۱/۴۵۶، ۴۵۴)

موجودہ دور میں بہتر موقف :

اوپر جو شرائط امام نووی وغیرہ نے تحریر فرمائی ہیں وہ سب احادیث سے ماخوذ ہیں، اگر ان شرائط کے ساتھ معمر

خواتین مسجد میں آئیں نمازوں میں شرکت کریں، وعظ ونصیحت سنیں اور مسجد میں ان کے لئے علیحدہ حصہ ہو جس میں مردوں سے اختلاط نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں صاحبین کے قول کے مطابق کراہت نہیں ہوگی۔ یہی موقف عصری تقاضوں کے مطابق ہے۔ کیونکہ اب خواتین عام طور سے اسکول، کالج، مارکیٹ، شادی کی تقریبات وغیرہ میں جاتی ہیں تو انہیں صرف مسجد سے روکنا اور اس میں فتنہ قرار دینا ناقابل فہم ہے۔ اس لئے اوپر درج شرائط کے ساتھ ان کو مسجد میں جانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ خاص کر ایسی صورت حال بھی اکثر پیش آتی ہے کہ خواتین اپنے محرموں کے ساتھ کہیں جارہی ہوتی ہیں اور راستے میں نماز کا وقت ہوگیا تو مرد حضرات تو مسجد میں جاکر نماز پڑھ لیتے ہیں اور خواتین گاڑیوں میں بیٹھی رہتی ہیں اور ان کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ اگر ان کو اجازت ہو اور مسجدوں میں اس کا انتظام رہے تو ان کی نمازیں قضاء نہیں ہوں گی۔

خواتین کو مسجد میں آنے سے ممانعت کا سبب :

خواتین کے مسجد جانے کی کراہت کی اصل وجہ زمانے کا فساد اور فتنہ ہی ہے جیسا کہ تقریباً سبھی حضرات نے اس کی وضاحت کی ہے۔

فان كان شيئى من ذلك وجب منعهن خوف الفتنة۔ (مواهب الجليل للحطاب الرعينى ۲/۴۵۱)

ويكره حضورها أي جماعة الرجال لحسناء شابة او غيرها لانها مظنة الافتتان۔ (كشاف القناع للبهوتى ۱/۴۵۵)

ولخوف الفتنة۔ (مغنى المحتاج للخطيب الشربينى ۱/۴۵۶)

احناف میں علامہ شرنبلالی نے فتنہ کے علاوہ ممانعت کی ایک اور وجہ بھی ذکر کی ہے وہ مخالفت ہے۔ علامہ طحطاوی اس کی تشریح کرتے ہیں۔

(والمخالفة) اى مخالفة الامر لان الله تعالى امرهن بالقرار فى البيوت، فقال تعالى: وقرن فى بيوتكن، وقال صلى الله عليه وسلم: بيوتهن خير لهن لو كن يعلمن—(حاشية الطحطاوى على المراقى ص ۱۶۶)

یعنی اللہ تعالی نے خواتین کو گھر میں رہنے کا حکم فرمایا ہے، مسجد میں نماز کے لئے جانا اس کی مخالفت ہے، اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کو بہتر بتایا ہے اور مسجد جانا اس کی مخالفت ہے۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر پنج وقتہ نماز یا جمعہ کے لئے مسجد جانا یا عیدین کے لئے عیدگاہ جانا اس حکم الہی کی مخالفت ہے تو عہد نبوی میں صحابیات مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیوں جاتی تھیں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت کیسے دی؟ اور کیوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد سے روکنے سے منع فرمایا؟ اور اسی حدیث بیوتهن خير لهن سے پہلے کا حصہ خود اجازت پر مشتمل ہے۔

لاتمنعوا نساء كم المساجد، وبيوتهن خير لهن—(ابو داؤد)

اس لئے اصل وجہ فتنہ وفساد کا خوف ہی ہے ۔اسی کی وضاحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کی ہے کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عورتوں کے حالات ملاحظہ فرماتے تو ضرور ان کو مسجد میں آنے سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو عبادت گاہوں میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔

دعوتی مقاصد کے لئے خواتین کی مسجد میں حاضری :

دعوتی مقاصد کا مطلب وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت ہے ۔اس کے لئے مذکورہ شرائط کے ساتھ عورتوں کے مسجد میں آنے کی اجازت ہونی چاہیے ۔کیونکہ دینی تعلیم کی عورتوں میں بہت کمی ہے اور ان کی دینی تربیت کی ضرورت ہے ۔ان کی دینی تربیت ہوگی تو وہ اپنی اولاد کو بھی صحیح دینی مزاج کا حامل بنا سکیں گی۔حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں کے بعد علیحدہ سے خواتین کو وعظ ونصیحت کرنا منقول ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال فظن انه لم يسمع فوعظهن وامرهن بالصدقة فجعلت المرأة تلقي القرط والخاتم وبلال يأخذ في طرف ثوبه—(صحيح البخاري، باب عظة الامام النساء وتعليمهن)

ترجمہ : (عید کی نماز کے بعد) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے تو آپ کو خیال ہوا کہ خواتین نے آپ کی نصیحت نہیں سنی ہے ۔اس لئے ان کو (علیحدہ سے) وعظ ونصیحت فرمائی ،ان کو صدقہ کرنے کی ترغیب بھی دی ۔وہ کان کی بالی اور انگوٹھی (صدقہ میں) دینے لگیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے کنارے میں ان کو لینے لگے۔

مساجد میں خواتین کا گوشہ :

نماز پڑھنے اور وعظ ونصیحت سننے کے لئے خواتین کو مسجد میں آنے کی ان ہی شرائط کے ساتھ اجازت ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں ۔ساتھ میں یہ بھی کہ خواتین کا گوشہ مردوں کے حصے سے الگ ہو یا درمیان میں پردہ حائل ہو۔خواتین کے آنے اور جانے کا وقت بھی مردوں سے الگ ہو۔جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد نبوی میں نماز سے فارغ ہو کر خواتین پہلے چلی جاتی تھیں، اس کے بعد صحابہ کرام اٹھتے تھے ۔مردوں کے اختلاط سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے ۔اگر مسجدوں کی تعمیر کے وقت ہی اس کا خیال رکھا جائے کہ خواتین کا حصہ الگ سے بنا دیا جائے جس کا دروازہ بھی مرد حضرات کے دروازہ سے علیحدہ ہو (جیسا کہ بعض عرب ممالک میں اس کا رواج ہے) جہاں خواتین نماز پڑھیں اور امام وخطیب کی آواز ان تک پہنچتی ہو تو یہ سب سے بہتر ہے۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

● سید محمد نیر رضوی ـــ سی، ۳ رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

بخاری شریف اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ اُس بندۂ مومن نے ایمان کی حلاوت چکھ لی جس میں یہ تین نشانیاں پائی جاتی ہیں، اول: جسے اللہ اور اُس کے رسول؛ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری دنیا میں سب سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ دوم: جس کی دوستی اور دشمنی کا معیار محض اللہ رب العزت کی ذات ہو اور سوم: جس کے لئے کفر کی طرف لوٹایا جانا اتنا ہی ناپسندیدہ ہو جائے جتنا زندہ آگ میں جلایا جانا یعنی آگ میں جل جانے کو تیار ہو جائے مگر ایمان نہ چھوڑے۔

اسی حدیث مبارکہ سے ہم پر شہدائے کرام کی شہادت، اُن کی عظمت اور اُن کی فضیلت کا راز کھلتا ہے۔ شیخ فریدالدین عطارؒ اپنی کتاب ''منطق الطیر'' میں فرماتے ہیں:

> ''حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمزور جسم پر لکڑیاں اور کوڑے اس شدت سے برستے تھے کہ اُن کی کھال پھٹ جاتی تھی اور زخموں سے خون جاری ہو جاتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ عقیدۂ توحید کی اشاعت سے باز نہ آتے تھے اور با آواز بلند پکارتے تھے احد احد''

اسلام میں شہدائے کرام کا مقام نہایت ہی بلند و بالا ہے۔ قرآن مجید میں قول الٰہی ہے کہ: شہیدوں کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں اور اُنہیں رزق دیا جاتا ہے۔ مؤرخین و محققین اور شارحین کی تحریروں نے اسلام میں تین طرح کی شہادتوں کو تسلیم کیا ہے۔ پہلی قسم کی شہادتیں وہ ہیں جو اسلام کے قیام کے لئے دی گئیں، جیسے: جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگ خندق وغیرہ میں دی گئی شہادتیں۔ دوسری قسم کی شہادتیں وہ ہیں جو اسلام کو قائم رکھنے، اسے برقرار رکھنے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے دی گئیں، جیسے: جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ میں دی گئی شہادتیں اور تیسری قسم کی شہادتیں وہ ہیں جو اسلام میں آئے زوال کو روکنے کے لئے دی گئیں۔ کربلا میں نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے بہتّر رفقا کی قربانیاں اسی شہادت عظمیٰ کی اہم مثال ہیں۔ پیغمبر اسلام نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمت مسلمہ تک اسلام کو پہنچا دیا، خلفائے راشدین نے اسے قائم رکھا، برقرار رکھا،

استحکام بخشا اور قائم رکھنے اور مستحکم کرنے کے لئے مسلسل جدو جہد بھی کرتے رہے اور جب دور ملوکیت میں اسلام زوال پذیر ہونے لگا تو نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی اور اپنے جاں نثاروں کی قربانی دے کر اسے بچالیا۔

ہم جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کے معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو دل دہل جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب، دور جاہلیت اور دور وحشت کی سیاہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہاں ابھی تک تہذیب وتمدن کی صبح جلوہ گر نہیں ہوئی تھی۔ انسانی قبیلے ایک دوسرے سے متصادم نظر آتے تھے۔ جنگ وجدل اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ ہر طرف انتشار ہی انتشار تھا۔ مشرکانہ اور بت پرستانہ مذہبیت طاری تھی۔ شراب، زنا، اور قمار بازی کی ثقافت تھی۔ معیشت میں سود خوری، حرام خوری اور غلام سازی کا چلن عام تھا۔ سماج میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی۔

بیٹیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔ کمزور اور ناتواں بے بس تھے وہ طاقت والوں کے بھروسہ زندگی گذارنے پر مجبور تھے۔ معاشرہ میں عدل وانصاف کا نام ونشاں باقی نہ تھا۔ پورے عرب میں جاہلیت کا ہی دور دورہ تھا۔ ظلمت وجہالت اور بربریت کے اس تاریک دور میں بعثت نبویؐ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کا پرچم بلند کیا۔ اللہ کی وحی فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴿۹۴﴾ (تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کو کھول کھول کر سناؤ اور مشرکین کی پروانہ کرو) کے مطابق پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا پیغام حق سنایا۔ چنانچہ قرآن مجید کے مطابق شرک کی مذمت کی گئی، معاشرہ میں رائج تمام تر برائیوں کو ختم کرنے کی جدو جہد شروع ہوئی۔ تعلیمات شریعت اور اخلاق نبویؐ کی بنیاد پر پیغامِ توحید ورسالتؐ کا سفر آگے بڑھتا رہا۔ چنانچہ احتجاج ہونا تو اب لازمی تھا۔ لہٰذا جھڑپیں بھی ہوتی رہیں۔ دشمنوں سے مقابلہ بھی کیا جاتا رہا اور حق کا کارواں آگے بھی بڑھتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ ایسا بھی وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیارا شہر؛ شہر مکہ چھوڑنا پڑا اور مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ مگر قربان جایئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ ان کا جدو جہد بغیر کسی لغزش کے جاری رہا۔ بالآخر عرب فتح ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں مذہب اسلام کو مکمل کر دیا۔ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ (المائدہ، آیت: ۳)۔ اس آیت مبارکہ کے نزول کے اکیاسی روز بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مشن مکمل کر اس دنیا سے ۱۲؍ربیع الاول، ۱۱ھ کو پردہ فرمالیا اور اس طرح اللہ کی مدد سے بہت کم عرصہ میں اللہ کے رسول، امام الانبیاء اور نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں انقلاب محمدیؐ برپا کر دیا اور جزیرہ نمائے عرب کی صورت حال یکسر بدل گئی اور پوری دنیا کی صورت حال بھی رفتہ رفتہ بدلنے لگی۔

اب اسی معاشرہ میں کفر وشرک کی جگہ توحید ورسالت کا پرچم نہایت شان سے لہرانے لگا۔ لوگ ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ عبادت کا طریقہ بدل گیا۔ معاشرہ میں اخوت ومساوات، احترام حقوق بالخصوص کمزوروں، عورتوں اور غلاموں کے

حقوق کی پاسداری، عورتوں کا احترام، انسان اور انسانیت کی بقا، اجتماعیت، فریضۂ ملیہ، حیا، خانگی مسائل کے شائستہ حل، وراثت ومعاملات کے لئے انصاف پسند قوانین، بڑوں اور چھوٹوں کے آداب، شہروں، قصبوں اور معاشرہ میں امن چین جیسے عناصر کار فرما ہوئے اور دوسری جانب بت پرستی، شراب خوری، زنا، قمار بازی، کمزوروں پر ظلم اور اسی طرح کی دیگر برائیوں سے معاشرہ پاک ہوگیا۔

کیا یہ سب کچھ آسانی سے حاصل ہوگیا؟ نہیں! نہیں! یہ سب نہایت آسانی سے حاصل نہیں ہوا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے پیغام حق سے جہاں جہاں ضرب پہنچی وہاں وہاں آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت جدوجہد کرنی پڑی، اُنھوں نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں، پریشانیوں اور شدید صبر آزما مراحل سے گذرے، جان ومال راہ حق میں لٹایا۔ کتنے صحابہ کرام ہیں جنھوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ خود آپ ﷺ نے بے پناہ مصیبتیں اُٹھائیں۔ جسم مبارک لہولہان ہوئے۔ شعب ابی طالب میں مع اہل وعیال بھوکے پیاسے زندگی گذارنی پڑی۔ دشمنوں نے بے شمار اذیتیں دیں۔ آپ ﷺ کے اہل وعیال نے بھی بڑی بڑی اذیتیں برداشت کیں۔ مگر اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنی اُمت کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کبھی بھی اور کسی بھی حال میں اخلاق نبویؐ اور کردار نبویؐ کے معیار اعلیٰ کو گرنے نہ دیا، صبر کیا، ہمیشہ اُسی اللہ سے مدد مانگتے رہے جس نے آپ ﷺ کو اس کام پر مامور کیا تھا اور ہمیشہ اپنی اُمت کے لئے دعائے خیر کرتے رہے، تب کہیں یہ روشن اور خوش آئند دن اُمت مسلمہ اور اُمت محمدیہؐ کو نصیب ہوئے ہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم ہوئی۔ متبرک ومقدس اسلام ہم تک پہنچا۔ کفر وشرک کا افلاس ختم ہوا، عادلانہ نظام قائم ہوا۔ درود وسلام ہو آپ ﷺ پر! اب اسی اسلام کو قائم رکھنا اور اسے رو بزوال ہونے سے بچانا ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے۔

یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اُمت مسلمہ کا پختہ عقیدہ ہے کہ مذہب اسلام قیامت تک کے لئے اللہ کا بھیجا ہوا آخری مذہب ہے، آخری دین ہے، جسے اللہ رب العزت نے اپنے آخری رسولؐ پیغمبر اسلام جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسط سے ہم تک بھیجا ہے اور ہم ہی ہیں آخری نبیؐ کی آخری اُمت، کیونکہ سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا، اب اُمت محمدیہؐ کے بعد کوئی اُمت نہیں ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دو فرائض تھے۔ پہلا فرض: فرض رسالت یعنی وحی الٰہی کی روشنی میں اللہ کے احکام کی تبلیغ واشاعت اور اللہ کے بندوں کی اللہ کی مرضی کے مطابق رشد وہدایت وغیرہ اور دوسرا فرض: فرض امامت یعنی شرعی آئین و قوانین کی روشنی میں نظام ملت کی شیرازہ بندی، اُمت کے تنازعات کے فیصلے، جنگ وصلح میں قائم مقامی وغیرہ۔ رسول اکرم

ﷺ کے وصال کے ساتھ فرض رسالتؐ تو ختم ہوگیا مگر آپ ﷺ کا قائم کردہ اسلام برقرار رہا اور قیامت تک کے لئے اسے برقرار رہنا ہے۔ اللہ کی کتاب قرآن میں اور حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں افراط وتفریط کی کوئی گنجائش باقی نہیں اور نبوت کا دروازہ بھی بند۔ اس لئے دوسرا فرض: فرض امامت؛ اُمت کے لئے اُمت کو منتقل ہوا کیونکہ انتظام وتدبیر اور مہمات ملی بدستور قائم ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی عطا کردہ شریعت کے مطابق اصول وقواعد وضع کئے جانے لگے۔ اہل حق علمائے کرام اور فقہائے عظام نے اس کار خیر میں روز اول سے بڑی مدد کی۔ بالآخر آپ ﷺ کے وصال کے بعد فرض امامت کی بہتر اور موثر ادائیگی کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں نہایت جمہوری طریقہ سے ''خلافت راشدہ'' قائم ہوئی اور پہلے خلیفہ راشد اور مسلمانوں کے پہلے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا گیا۔

کسی بھی انقلاب کا یہ فطری تقاضا ہے کہ جب ریوولوشن ہوگا تو اُس کا کاؤنٹر ریوولوشن (ردعمل) بھی ہوگا۔ چنانچہ اسلامی شریعت کا نفاذ اور انقلاب محمدیؐ یا اسلامی ریوولوشن کا کاؤنٹر ریوولوشن بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دور ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہر چہار جانب اس میں بیرون خانہ اور درون خانہ تیزی آنے لگی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے بڑی بڑی دشواریاں پیدا ہوگئیں۔ ایک طرف تو کچھ فتنہ پرور کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ پیش کر دیا تو دوسری جانب مسلمانوں کے درمیان نفرت کے بیج بوئے جانے لگے، کہیں ارتداد کا فتنہ کھڑا ہوگیا اور کہیں لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت ہی کارگر حکمت عملی، صبر وتحمل اور مستقل مزاجی سے ان تمام دشواریوں کو حل کیا۔ آپؓ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور دس روز رہی۔

خلافت صدیقی کی بہترین کارکردگی کے بعد نہایت ہی جمہوری طریقہ سے خلیفہ دوم؛ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمت مسلمہ کے دوسرے امیر المومنین منتخب ہوئے۔ آپؓ کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہی۔ خلیفہ دوم کے بعد خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتخب ہوئے۔ آپؓ کی مدت خلافت گیارہ برس گیارہ ماہ اٹھائیس دن رہی اور اُن کے بعد اُمت مسلمہ کے چوتھے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف منتخب ہوئے۔ آپؓ کی مدت خلافت چار سال اور چند روز کم نو ماہ رہی۔ تاریخ اسلام نے ان چاروں خلفاء کو خلفائے راشدین قرار دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام بھی چھ ماہ خلیفۂ راشد رہے ہیں۔ اس طرح خلافت راشدہ کی کل مدت تیس سال ہوتی ہے۔ خلافت راشدہ میں اسلامی حکومتوں کو مسلسل وسعت حاصل ہوتی رہی، فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور ہر خلیفۃ المسلمین کا دور خلافت اپنی اپنی نوعیت کی بہتر کارکردگیوں کی وجہ سے تاریخ اسلام کا باب درخشاں بنتا چلا گیا۔ دریں اثنا فطری عمل کے طور پر کاؤنٹر ریوولوشن بھی اپنی نئی نئی شکلوں کے ساتھ سامنے آتا رہا۔ اس کاونٹر ریوولوشن یعنی ردعمل نے اس قدر شدت اختیار کی کہ خلیفہ راشد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید کر دئے گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شہید کئے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کا دورِ خلافت تو اس قدر خلفشار بھرا دورِ خلافت رہا کہ اس دور میں صرف اور صرف خانہ جنگی اور بغاوت ہی ہوتی رہی۔ فتوحات کا سلسلہ بالکل تھم گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف النوع فتنہ وفساد کو نپٹانے میں ہی سارا وقت لگا دیا یہاں تک کہ نپٹاتے نپٹاتے خود بھی جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ اس طرح خلفائے راشدین کے دور میں اسلام نہ صرف یہ کہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ برقرار رہا، بلکہ مستحکم بھی ہوا اور فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

خلافت راشدہ محض تیس سال تک قائم رہی اور اس مبارک دور کے بعد بنو اُمیہ کا دور آیا جس میں خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمہوری طریقہ کو ختم کر طاقت کی بنا پر خود کو خلیفہ یا امیر المومنین ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب خلافت پوری طرح ملوکیت یا بادشاہت میں تبدیل ہوگئی جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے بالکل منافی تھی۔ خلافت راشدہ، نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی نمائندہ ہوا کرتی تھی۔ یہاں شریعت کے قوانین نافذ تھے اور اللہ کی حاکمیت ہی اصل حاکم کا درجہ رکھتی تھی مگر ملوکیت میں انسان کی بادشاہت قائم ہوگئی۔ خلافت پوری طرح سلطنت میں تبدیل ہوگئی اور قیصر وکسریٰ کی نمائندگی میں بدل گئی۔ اسلام کے نام پر فتوحات سمیت ہر میدان عمل میں فروغ تو ہوتا رہا یہاں تک کہ حکومت کا دائرہ تین براعظموں تک پھیل گیا مگر مذہب اسلام اپنے بنیادی اصولوں اور اسلامی قدروں کے حوالہ سے روبزوال ہوتا چلا گیا۔ اسلام کے نام پر مسلم حکومتوں کا دائرہ کار بڑھتا گیا۔ محض طاقت کے زور پر امن چین کی بحالی کی گئی۔ اقتدار کا نشہ ایسا چڑھا کہ مسلم حکمراں اب غیر اسلامی اور ناجائز حرکتوں میں ملوث دکھائی دینے لگے۔ ظلم و بربریت ڈھانے اور مختلف قسم کے گناہوں کے مرتکب ہونے لگے اور اس طرح اسلام کی روح تڑپنے لگی۔ اسلام، اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت کی اس روبزوال صورت حال میں معاملات اس وقت اور بھی ابتر ہو گئے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت میں اگلے بادشاہ کے لئے اپنی حیات ہی میں جمہوری طریقہ کو درکنار کر اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ سلطنت بنو اُمیہ میں اسلام اپنی حقیقی قدروں سے محروم ہونے لگا اور یزید کی ولی عہدی کے بعد سے تو اسلامی جمہوریت کی وہ بنیاد ہی پوری طرح اُکھڑ گئی جس کی شناخت ہی ''بنائے لاالہ الااللہ'' سے تھی۔ اسلام کی جو بنیاد رسول اکرم ﷺ نے ڈالی تھی اور خلفائے راشدین نے جسے اپنا خونِ جگر دے کر مستحکم کیا تھا، افسوس صد افسوس کہ یزید اپنے کردار اور اپنے اعمال دونوں سے کھلم کھلا اس اسلام کی خلاف ورزیاں کر رہا تھا۔ لہٰذا اُس کی وجہ سے ایوان حکومت میں بگاڑ پیدا ہو گیا اور سربراہ مملکت کی رندمشربی اور عیش کوشی کے مضر اثرات معاشرہ پر پڑنے لگے۔ شورائی نظام کی جگہ استبدادی نظام اور قیصر وکسریٰ کے نظام نے جگہ لے لی۔ یزید بن امیر معاویہ کے کردار اور فسق وفجور کو دیکھ کر عام طور پر اہل ایمان یزید سے بیزار تو ہو رہے تھے مگر زبردست اقتدار کی وجہ سے کسی کا لب ہلانا

آسان نہ تھا۔غرض یزید کسی بھی طرح اس منصب جلیل یعنی ’’خلیفۃ الرسولؐ‘‘ کا اہل نہ تھا۔

اب موسمِ بہار کو آواز دیجئے!
تاراج کر چکی ہے چمن کو خزاں بہت

اللہ کے رسول، پیغمبر اسلام، امام الانبیا، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی حیات طیبہ ہی میں اس ضمن میں بہت ساری پیشین گوئیاں کر دی تھیں۔جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

’’ہمارے بعد خلافت راشدہ تیس سال رہے گی اور پھر اس کے بعد ملوکیت ہوگی‘‘۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا:

’’میرا یہ بیٹا سید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا‘‘۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا:

’’بے شک میرا بیٹا حسین قتل کر دیا جائے گا۔اس زمین میں جس کا نام کربلا ہے سو جو شخص تم لوگوں میں سے وہاں موجود ہو تو اس کو چاہیے کہ اُس کی مدد کرے۔‘‘

یہی حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے بھی اس طرح مروی ہے کہ حضرت یحییٰ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار سفر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے ساتھ تھا، تو جب آپ مقام نینوا کے قریب پہنچے تو آپ نے پکارا:

’’اے عبداللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا، میں نے عرض کیا: یہ کیا؟ آپؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے جبریل نے بتایا ہے کہ حسین، فرات کے کنارے قتل ہوگا اور مجھے وہاں کی مٹھی بھر مٹی بھی دکھائی۔‘‘

چنانچہ متذکرہ بالا پیشین گوئیوں کے تناظر میں ’’حقا کہ بنائے لاالہٰ است حسینؑ‘‘ کا جائزہ لینے سے قبل خلافت راشدہ اور سلطنت بنواُمیہ میں اس ’’بنائے لاالہ‘‘ کا جائزہ لے لیجئے جسے آقائے دوجہاں، سرورِ کون ومکاں، پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اُن کے جاں نثار صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدین اور اُن کے وفادار رفقا نے اپنی جانیں قربان کر قائم کیا تھا اور اسے استحکام بخشا تھا۔

خلافت راشدہ میں ہر شخص کو وہی حریت حاصل تھی جو خلیفۂ وقت کو حاصل تھی۔خلافت راشدہ کے دور میں، خلیفہ ایک عام انسان کی طرح بود و باش رکھتا تھا جب کہ اب دمشق اور بغداد کے حکمرانوں نے ایران اور روم کے بادشاہوں کی طرح شاہانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔لہو ولعب، سیر وتفریح اور حرم کی زندگی پر بے دریغ دولت صرف کی جا رہی تھی۔اب روحانیت سے کوئی سروکار نہ تھا۔خلافت راشدہ میں بیت المال کا متولی خلیفۂ وقت ہوتا جو خود اپنی ذات پر بھی کمال احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ خرچ کرتا کیونکہ بیت المال رعایا کی امانت تسلیم کی گئی تھی جب کہ اب بیت المال بادشاہ کی امانت بن چکا تھا۔خلافت راشدہ میں عوام

کو اختیار تھا کہ وہ خلیفہ کا محاسبہ کرے بلکہ اس محاسبہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی جب کہ اب بادشاہ نے ہر طرح کے محاسبہ سے خود کو بلند و بالا کرلیا تھا اور اگر کسی نے جرأت کی تو یا تو قتل کر دیا جاتا یا قید ہو جاتی۔خلافت راشدہ میں عدلیہ آزاد تھی ،وہ خلیفہ تک کو عدالت میں طلب کرسکتی تھی اور خلیفہ کے خلاف فیصلہ بھی صادر کرسکتی تھی جب کہ اب عدلیہ،بادشاہ ہی کے دباؤ میں کام کر رہی تھی۔ خلافت راشدہ میں تمام اجتماعی کام صلاح ومشورہ یا شورائی نظام کے تحت انجام دیئے جاتے جب کہ اب ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ '' کے شرعی حکم کو پامال کر بادشاہ نے خود کو مطلق العنان ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔خلافت راشدہ میں خلفاء کی زندگی طہارت وتقویٰ کی بہترین نمونہ ہوا کرتی تھی جب کہ اب جو دور آیا تھا اس میں ہوا و ہوس،نوش ونشید اور فسق وفجور شاہی دربار کی رونق بنے ہوئے تھے۔خلافت راشدہ میں سبھی اقدامات کتب وسنت کی روشنی میں انجام پذیر ہوتے تھے جب کہ اب ذاتی مفادات نے ترجیحات کا درجہ حاصل کرلیا تھا۔خلافت راشدہ کے زمانہ میں اقربا پروری،کنبہ پروری اور اسی طرح کی دیگر اخلاقی برائیاں معیوب سمجھی جاتی تھیں جب کہ اب یہی تمام ترخرابیاں،صاحبان اقتدار کے لئے شایان شان تھیں۔خلافت راشدہ میں حق گوئی اور راست گوئی،اقدار اعلیٰ تصور کی جاتی تھی،جبکہ اب حق بات کہنے کا مطلب تھا:اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا یا عافیت بھری زندگی سے محروم ہو جانا۔غرض خلافت راشدہ میں وہ آزاد اُمت جو اب تک اسلامی آئین وقوانین میں رہ کر عافیت محسوس کر رہی تھی اب غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دی گئی۔ذاتی مفادات کے لئے قرآن وحدیث کی ایسی ایسی تاویلات پیش کی جانے لگیں جس سے اصل مفہوم ہی بدل جاتے۔کبھی خفیف جرموں پر بلکہ کبھی کبھی تو بغیر کسی جرم کے ہی خوں ریزی کی جاتی۔

یاد کیجئے!ایک وہ وقت تھا جب حضرت امام حسینؑ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رہنمائی میں غزوۂ بدر میں حق و باطل کا معرکہ ہو رہا تھا اور اب اسلام پر کیسا وقت آن پڑا تھا کہ غلط تاویلات کی بنیاد پر باطل کو حق بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔بھلا!نواسہ رسولؐ کو یہ سب کچھ کس طرح منظور ہو جاتا؟وہ منبر رسولؐ جسے رسول اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ہدایت خلق کے لئے نصب فرمایا تھا اور جسے آپ ﷺ کے داماد اور چچازاد بھائی اور حسنین کریمینؑ کے والد محترم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف،اسی مقصد خاص یعنی تبلیغ اسلام کے لئے چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے تھے،اب اُسی منبر رسولؐ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف ہی کو بہت برا بھلا کہا جا رہا تھا۔صورت حال ابتر ہوتی جارہی تھی۔سربراہ مملکت یزید بن معاویہ کی قیادت میں صورت حال مزید ابتر ہوگئی تھی۔

اس ناگفتہ بہ اور اندوہناک صورت حال میں یزید کی بیعت کا مطلب اسلام کے نام پر اسلام میں درپیش بگاڑ کو تسلیم کر لینا تھا۔بھلا!نواسۂ رسول؛حضرت امام حسینؑ یہ سب کچھ کس طرح قبول کر لیتے؟چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے جیسے ہم خیال،باضمیر،باشعور،بیدار مغز،شجاع،غیرت مند،ذی علم،ذی صلاحیت اور متقی و پرہیز گار اہل ایمان اور اہل حق کے لئے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ یزید کے ہاتھوں بیعت کر نظام مصطفیٰ ﷺ کی نمائندہ خلافت ''خلافت راشدہ'' میں داخل ہو چکی متذکرہ بالا

خرابیوں کی کھلم کھلا حمایت کریں۔

امیر معاویہؓ نے جس وقت زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی، اُس وقت مسلمانوں میں تین سیاسی فرقے اُبھر کر سامنے آچکے تھے۔

پہلا شیعان بنی اُمیہ: اس گروہ میں اہل شام اور دیگر ہم خیال شامل تھے۔ دوسرا شیعان علیؓ: اس گروہ میں عراق اور مصر کے لوگ شامل تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ امامت کا حق صرف حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد کو ہے۔ تیسرا خوارج: یہ گروہ سابقہ دونوں جماعتوں کو دین سے خارج سمجھتا تھا، اپنے عقیدہ میں نہایت سخت تھا یہاں تک کہ مخالفین کا خون کر دینا بھی حلال سمجھتا تھا۔ چنانچہ اسی خوارج گروہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص عبداللہ ابن ملجم نے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو حالتِ نماز میں شہید کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کا وصال تو ۱۱ھ ہی میں ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ تیس سال رہی پھر امیر معاویہؓ نے سلطنت بنواُمیہ کی بنیاد ڈالی اور خلافت پر سلطنت اور بادشاہت کا رنگ چڑھ گیا، ایسا رنگ چڑھا کہ کلمۂ حق کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ایک بار پھر جزیرۃ العرب اُسی دور وحشت کی ویسی ہی سیاہ تاریکی میں ڈوب گیا جو بعثت نبویؐ سے قبل موجود تھی۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کی متذکرہ بالا پہلی پیشین گوئی مکمل ہوئی کہ ”خلافت راشدہ تیس سال رہے گی پھر ملوکیت آجائے گی“۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی خلافت کی بیعت کی گئی تو امیر المومنین حضرت علیؓ نے امیر شام حضرت معاویہؓ کو شام کی گورنری سے برطرف کر دیا۔ مگر امیر معاویہؓ نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی بلکہ حضرت علیؓ پر ہی الزام لگا دیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے حامی ہیں اور پھر وہ قصاصِ حضرت عثمانؓ کی دعوت لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اہل شام نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دے کر امیر شام حضرت امیر معاویہؓ کا ساتھ دے دیا۔ اس طرح حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان صفین کی جنگ ہوئی۔ جنگ عرصہ تک جاری رہی۔ بہت کشت وخون کے بعد دونوں نے صلح کر لی، اہل شام نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح حضرت امیر معاویہؓ، شام، مصر، اور مغربی علاقوں پر حاکم بن گئے اور حضرت علیؓ، عراق، ایران اور مشرقی علاقہ کے امام بنے رہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف شہید کر دیے گئے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر کیے گئے تب حضرت معاویہؓ نے عراق پر حملہ کر دیا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام ایک صلح پسند انسان تھے اور عرصہ دراز سے اُمت کے درمیان خوں ریزی دیکھ رہے تھے، انہوں نے مزید کشت وخوں ہونے کو پسند نہیں فرمایا اور مصلحتاً امیر شام: حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اس طرح اب ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو بیعتِ عام ہوئی اور امیر معاویہؓ اپنی سوجھ بوجھ، حکمت عملی اور طاقت کے زور پر پوری اُمت مسلمہ کے خلیفہ بن بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام اُنہیں ”خلیفہ راشد“ قرار نہیں دیتی ہے کیونکہ وہ جمہوری طریقہ سے

منتخب نہیں ہوئے تھے۔حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال یکم رجب المرجب، ۶۰ ھ میں ہوگیا۔ یہ صحیح ہے کہ اس طویل عرصہ میں صحیح العقیدہ اسلامی اقدار نے بہت حد تک دم توڑ دیا تھا مگر دوسری جانب اسلامی فتوحات کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا اور بنو اُمیہ کی حکومت نہ صرف وسیع ہوتی چلی گئی بلکہ مستحکم بھی ہوتی چلی گئی۔ وہ خلفشار اور کشت وخوں جو ابھی تک اس دین کا مقدر بن چکا تھا، بالکل تھم گیا اور مدتوں ہر چہار طرف امن اور شانتی کی فضا قائم رہی۔اس طرح نبی کریم ﷺ کی متذکرہ دوسری پیشین گوئی بھی مکمل ہوئی کہ ”میرا یہ بیٹا سید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا“۔

حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت میں فتوحات کا دائرہ کافی بڑھا۔ برّی اور بحری فوجیں تیار ہوئیں۔تقریباً تین براعظم تک حکومت پھیل گئی۔مغیرہ بن شعبہ اس حکومت میں نہایت عقلمند سیاست داں بزرگ تسلیم کئے جاتے تھے۔اُنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کو خلافت کا جانشیں نامزد کر یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں۔باپ کے دل کی آرزو بھی یہی تھی۔مگر حضرت امیر معاویہؓ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت بیعت کرنے سے انکار کرسکتی ہے۔اس خدشہ کے باوجود مغیرہ بن شعبہ نے اُنہیں اطمینان دلایا۔اس وقت سیاسی اور مذہبی اعتبار سے تین بڑے اہم مراکز وجود میں آچکے تھے: کوفہ، بصرہ اور حجاز۔حجاز کو چھوڑ کر کوفہ، بصرہ اور دیگر مقامات پر تھوڑے بہت احتجاج کے ساتھ لوگ یزید کی ولی عہدی کی بیعت پر آمادہ ہو گئے۔مگر اہل حجاز کا معاملہ پیچیدہ تھا۔ یہاں حضرت امام حسینؑ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے وہ بزرگ و برتر صحابہ کرامؓ اور صحابہ زادے موجود تھے جن کی فضیلت ولیاقت کے سامنے یزید کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔اس لئے اہل حجاز اس بیعت کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔حضرت امیر معاویہؓ نے بذات خود بہت کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوسکے۔مگر حضرت امیر معاویہؓ نے اہل حجاز کے خلاف طاقت کا استعمال نہیں کیا۔بس انہیں یہ کسک باقی رہی کہ اگر اہل حجاز نے یزید کی بیعت نہیں کی تو، بیعت مکمل نہیں مانی جائے گی۔ بالآخر حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہوگیا۔اب سب نے یزید کی بیعت بطور خلیفۃ المسلمین کرلی مگر اہل حجاز نے ابھی بھی بیعت نہیں کی۔ظاہر ہے کہ ایک طاقتور حکومت کے ساتھ ٹکراؤ اب یقینی ہو چلا تھا۔ چنانچہ ٹکراؤ اس قدر بڑھا کہ حضرت امام حسینؑ جانب مقتل بڑھتے چلے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر سجدہ کی حالت میں شہید کردئے گئے۔

سجدے تو سب نے کئے تیرا نیا انداز ہے
تو نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد ۶۰ ھ میں یزید نے خلیفہ بنتے ہی باقی ماندہ معززین حضرات سے بیعت لے لینی چاہی۔اس وقت تک صرف حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت باقی تھی۔چنانچہ یزید نے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو فرمان بھیجا کہ فوراً اُن کی بیعت لے لو۔ولید بن عتبہ نے حکم کے تعمیل کی

کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔حضرت امام حسین بن علیؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مع اہل وعیال مدینہ سے مکہ چلے آئے۔ اس وقت کوفہ میں شیعان علیؑ کی اچھی تعداد مقیم تھی چنانچہ شیعان علیؓ نے حضرت امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تاکہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے اور اس سلسلہ میں مسلسل خطوط بھی بھیجنا شروع کردیا۔ بالآخر حضرت امام حسینؑ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو حقیقی حالات کا جائزہ لینے کے لئے کوفہ روانہ کیا جہاں کوفہ والوں نے اُن کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمان اُن کے ہمراہ نظر آئے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنا چاہتے تھے۔کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر نے بھی مسلم بن عقیلؓ اور اُن کے ہمراہ شیعان علیؓ کے ساتھ کوئی سختی نہیں دکھائی۔ چنانچہ حضرت مسلم بن عقیلؓ نے حالات سازگار پایا اور حضرت امام حسینؑ کو بلا بھیجا۔ادھر یزید کے جاسوسوں نے اطلاع روانہ کی کہ اگر کوفہ کو بچانا چاہتے ہیں تو فوراً نعمان بن بشیر کو ہٹادیا جائے۔ چنانچہ یزید نے اس پر عمل کرتے ہوئے نعمان بن بشیر کو معزول کردیا اور عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کردیا۔ ابن زیاد بہت ہی سخت قسم کا حاکم تھا۔اُس نے جیسے ہی سختی شروع کی،حضرت مسلم بن عقیلؓ نے اُس کے خوف سے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لے لی۔ابن زیاد نے خبر ملتے ہی ہانی کو قید کرلیا۔چنانچہ حضرت مسلم بن عقیلؓ نے اپنے اٹھارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ ابن زیاد کے محل کا محاصرہ کرلیا۔مگر ابن زیاد نے کچھ اس طرح ڈرانے،دھمکانے اور انعام واکرام کے لالچ کی حکمت عملی اختیار کی کہ سب نے حضرت مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا۔مسلم بن عقیلؓ نے اب جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو میدان خالی تھا۔ابھی ابھی جو لوگ اُن کے رکاب نصرت میں حاضر تھے وہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے،محض تیس آدمی ساتھ کھڑے تھے۔کوفہ والوں کا فریب سامنے آگیا۔مسلم بن عقیلؓ کافی پریشان ہوگئے۔فوراً ایک قاصد کے معرفت حضرت امام حسینؑ کو تازہ ترین ناگفتہ بہ حالات کی جانکاری روانہ کی۔مگر اب بہت دیر ہوچکی تھی۔حضرت امام حسینؑ اپنے اہل وعیال اور اپنے جاں نثار رفقا کے ساتھ کوفہ کے لئے روانہ ہوچکے تھے۔حضرت امام حسینؑ کو یقین تھا کہ یزید کی حکومت میں مکہ ومدینہ سمیت ہر جگہ اُن کی جان کو خطرہ ہے مگر کوفہ اُن کے لئے قدرے محفوظ جگہ تھی کیونکہ کوفہ مدتوں اُن کے والد محترم حضرت علیؓ کا دارالخلافہ رہا ہے۔حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ کے تازہ ترین حالات سے بے خبر ہیں اور اپنے بہی خواہوں کے منع کرنے کے باوجود مع اہل وعیال،سرفروش مجاہدین کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ اپنے سفر پر رواں دواں ہیں۔سفر جاری رہا کہ مقام ثعلبہ پر مسلم بن عقیلؓ کا قاصد ملا اور اُس نے نہ صرف تازہ ترین حالات سے باخبر کیا بلکہ یہ بھی بتادیا کہ مسلم بن عقیلؓ قتل کردئے گئے۔حضرت امام حسینؑ تقاضائے بشریت کے تحت کچھ تذبذب کے شکار ہوئے مگر بالآخر قافلہ حسینؑ نے پوری قوت ارادی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔

اب ابن زیاد کو حضرت امام حسینؑ کی آمد آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔جب قافلہ کوفہ کی جانب آگے بڑھا تو فوج کا ایک سردار حُر بن یزید ریاحی تمیمی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور کہا کہ ہم آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔امام حسینؑ نے کہا ’’اس سے تو مرجانا بہتر ہے‘‘۔

پھر قافلۂ حسینؑ شمال کی جانب روانہ ہوا اور کربلا کے قریب مقام نینوا پہنچا تو عمرو بن سعد کی قیادت میں ایک دوسرا لشکر ملا جس نے امام حسین علیہ السلامؑ کے سامنے یزید کی بیعت پیش کی۔ امام عالی مقام نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے بلایا ہے۔ اگر تم کو ناپسند ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں مگر عمرو بن سعد بیعت لینے کے لئے بضد تھا اور حضرت امام حسینؑ کو یہ بالکل گوارا نہ تھا۔ حضرت امام حسینؑ سمجھ چکے تھے کہ اب جنگ ناگزیر ہے اور یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ جنگ میں امام حسینؑ کی قربانی بھی یقینی ہے۔ صد حیرت واستعجاب اور مقام افسوس یہ ہے کہ جفا کاروں کو بھی یہی سب کچھ بخوبی معلوم ہے:

ڈھونڈو گے تو شبیر سا آقا نہ ملے گا
پھر تم کو محمدؐ کا نواسا نہ ملے گا

بہر حال! قافلہ جہاں ٹھہرا، وہ لق ودق میدان ہی، میدانِ کربلا تھا جہاں جسم وجان جھلسا دینے والی سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ کربلا پہنچ کر جب جنگ ناگزیر ہوگئی تب تاجدار کربلا؛ حضرت امام حسینؑ نے خیمہ کا چراغ بجھا ڈالا اور فرمایا جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے مگر جب پھر چراغ جلایا گیا تو جاں نثارانِ حسینؑ جو دراصل جاں نثارانِ اسلام تھے، اپنے امام عالی مقام؛ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ استقامت کے ساتھ دل میں شہادت کی آرزو لئے وہیں دست بستہ کھڑے دکھے۔ ادھر ظلم بڑھتا جا رہا تھا۔ اب ۷/محرم الحرام کو قافلۂ حسینؑ پر پانی بند کر دیا گیا۔

حاکم کا حکم یہ تھا کہ پانی بشر پئیں
گھوڑے پئیں اونٹ پئیں اہل ہنر پئیں
سب چرند پرند پئیں منع تم نہ کیجیو
پر فاطمہؓ کے لال کو پانی نہ دیجیو

اب بچے پیاس سے بلکنے لگے۔ عورتیں، جوان، بوڑھے سب کے سب بھوک پیاس سے نڈھال ہونے لگے مگر ظالموں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تبھی لعین شمر ذی الجوشن فوج کا ایک نیا دستہ لے کر میدان کربلا میں آگیا۔ اُس کے آتے ہی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی۔ مفاہمت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ۷۲/جاں نثاروں کی مختصر سی جماعت کے ساتھ دشمن کے چار ہزار مسلح افواج (ایک روایت کے مطابق چالیس ہزار مسلح افواج) کے مدمقابل میدان میں آئے۔ دشمن لگاتار بیعت کے لئے دباؤ بناتے رہے۔ بالآخر ۱۰/محرام الحرام ۶۱ھ (یوم عاشور) کو فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔

لٹنے کا، تباہی کا، پریشانی کا دن ہے
اولادِ پیمبر کی یہ قربانی کا دن ہے

یعنی کربلا میں ایک طرف یزید کی مسلح ہزاروں کی تعداد میں فوج اور دوسری جانب محض ۷۲ رنفوس قدسیہ پر مشتمل بھوکے پیاسے اور کمزور وناتواں جاں نثارانِ حسینؑ۔ کربلا میں ایک ایک کر سبھی جاں باز اپنی اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرتے رہے اور کلمۂ حق کو بچانے کے لئے جان کی قربانی پیش کرتے رہے۔ حضرت عباس علمدار بن حضرت علیؓ جب دریائے فرات پر مشکیزہ میں پانی بھرنے گئے تاکہ پیاس سے بلبلاتے بچوں کو پانی پلایا جاسکے تو لعین حکیم بن طفیل نے اُن کا داہنا ہاتھ شہید کر دیا۔ جب آپؓ نے مشکیزہ بائیں ہاتھ سے تھاما تو لعین زید بن ورود نے اُن کا بایاں ہاتھ شہید کر دیا۔

شیر خدا کا آج جہاں سے مٹا نشان
تم کو حُسین جانتا تھا اپنے تن کی جان

ظالموں کے ظلم کا یہ عالم کہ چھ ماہ کے شیر خوار بچہ؛ حضرت اصغر بن امام حسینؑ کو بھی سنگ دل اور جفا کار ظالموں نے نہیں چھوڑا اور ایک بد بخت شقی ازلی لعین حرملہ نے اس ننھی جان کو اپنے تیر کا نشانہ بناڈالا۔

یہ کون بے زبان ہے تمہیں کچھ خیال ہے
درِ نجف ہے بانوئے بے کس کا لال ہے
لو مان لو تمہیں قسمِ ذوالجلال ہے
بطحا کے شہزادے کا تم سے سوال ہے
تم کو قسم ہے روحِ رِسالت مآب کی
ٹپکا دو اس کے حلق میں دو بوند آب کی

اس جنگ میں حضرت حُر جنہوں نے ابتدا میں یزیدی فوج کے سردار کے طور پر امام عالی مقام کا راستہ روکا تھا، اب معافی طلب کرتے ہوئے لشکر حسینؑ میں شامل تھے۔ میدان کربلا میں یزید کی فوج کے مدمقابل ہوئے اور پچاس دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ بالآخر ایک لعین ایوب ابن مشرح نے آپ کو تیر سے گھائل کیا اور ایک دوسرے لعین قسورا بن کنانہ کے سینہ پر لگے تیر سے شہید ہو گئے۔

نکل کر لشکر اعداء سے مارا حُر نے یہ نعرہ
کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے

حضرت حر کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے تمام رفقاء اہل بیت شہید ہو گئے، اب باری خاندان نبوت کی آئی، چنانچہ حضرت قاسم بن امام حسن مجتبیٰ، حضرت علی اکبر بن امام حسین، حضرت عباس علمدار بھی جام شہادت نوش کر چکے حتی کہ حضرت امام علی اصغر نے بھی اپنی ننھی سی جان کا نذرانہ پیش کر کے بنائے لاالہ کو استحکام بخشا۔

ان نفوس قدسیہ کی شہادت کے بعداب تو ظالموں کے درمیان ظلم کرنے کا مسابقہ شروع ہو گیا۔لعین ابن سعد اپنا علم لے کر آگے بڑھا اور ایک تیر امام حسینؑ کی جانب چلا کر کہنے لگا ”گواہ رہنا سب سے پہلا تیر میں نے ہی چلایا ہے“۔آخر کار وہی شقی القلب لعین شمر ابن الجوشن آگے بڑھا اور راکبِ دوشِ رسولؐ،نورِ دیدہ بتولؓ،جنت کے نوجوانوں کے سردار،لختِ دل علی مرتضیٰؓ، راحت جانِ حسن مجتبیٰؓ،پیکر صبر و رضا یعنی تاجدار کربلا؛حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔شقاوت قلب کی انتہا دیکھئے کہ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو تن سے جدا کر نیزہ پر چڑھایا اور اسے یزید کے پاس بھیج دیا۔

عجب مذاق ہے اسلام کی تقدیر کے ساتھ
کاٹا حسینؑ کا سر نعرۂ تکبیر کے ساتھ

اور آقائے نامدار رسول اکرم ﷺ کی متذکرہ تیسری پیشین گوئی بھی مکمل ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”مجھے جبریل نے بتایا ہے کہ حسین فرات کے کنارے قتل ہوگا“۔

اس طرح تمام ۷۲ رجال ثاران حسین نے بھی،امام عالی مقام:امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ساتھ شہید ہو کر اسلام اور اسلامی اقدار کو نہ صرف روبزوال ہونے سے بچالیا بلکہ اسے اپنے حقیقی معنی میں پھر سے دوام بخش دیا۔چنانچہ حضرت انس بن حارثؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی کہ ”بے شک میرا بیٹا حسین قتل کر دیا جائے گا۔اس زمین میں جس کا نام کربلا ہے سو جو شخص تم لوگوں میں سے وہاں موجود ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کی مدد کرے۔“

حضرت انس بن حارثؓ اس وقت تک ضعیف ہو چکے تھے مگر بقید حیات تھے،اپنے دل کی گواہی پر معرکۂ کربلا میں شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔میدان کربلا میں صرف حضرت سید سجادؑ ابن حسینؑ (یعنی حضرت زین العابدینؑ جو بیمار تھے۔) کو چھوڑ کر سب مرد حضرات شہید کر دئے گئے۔اس قدر ظلم وستم،قتل وغارت گری اور طرح طرح کی ستم ظریفیوں سے بھی دشمنانِ اہل بیت کا دل ابھی بھی نہیں بھرا۔اُن کا دل سفاکی اور بے رحمی کے ناپاک جذبات سے اس قدر لبریز تھا کہ ظالموں کی بربریت تھم ہی نہیں رہی تھی۔اُنہوں نے مظلوموں پر ترس نہیں کھایا اور خیموں میں گھس گئے۔مقدس خواتین کے سروں سے چادریں چھین لیں۔خیموں میں آگ لگا دیا۔حضرت امام حسینؑ کے اہل حرم کے بازوؤں کو باندھ کر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر دیا۔ظالموں کی جانب سے ایسا رویہ رہا کہ رحم و کرم کی کوئی اُمید بھی باقی نہ رہی،کیسا جاں گسل اور روح فرسا عالم ہوگا؟ذرا غم واندوہ کا بس تصور کیجئے تو محبان اہل بیت کا دل کانپ کانپ جاتا ہے۔سید سجادؑ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور طوق پہنا کر خواتین خانہ کے اونٹوں کی مہار تھما دی گئی۔پھر ستم رسیدہ اس قافلہ کو عرب کے تپتے ہوئے صحرا سے کوفہ اور کوفہ سے شام بھیج دیا گیا۔اس قافلہ میں شامل خاندان نبوتؐ کی اُن بے بس اور بے کس خواتین میں جہاں پچپن سالہ بی بی زینب بنت علی مرتضیٰؓ تھیں تو وہیں چار سالہ بی بی سکینہ بنت حسینؓ بن علیؓ بھی تھیں۔دل فگار وغم گسار بی بی زینبؓ کربلا سے دمشق تک راستہ بھر جگہ جگہ تقریر کرتی رہیں۔ادھر شہدائے کربلا کے لاشے بے گور و

کفن پڑے رہے۔ بالآخر کربلا کے آس پاس کے دہقانیوں نے اور بالخصوص قبیلہ بنی اسد کے باضمیر مردوں نے اُنہیں دفن کیا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ یزید اپنے تمام ظلم وستم کے باوجود اسلام کے پرچم کو سرنگوں کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا اور دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ دشمن جس طرح حضرت امام حسینؑ کو بیعت کرنے پر آمادہ نہ کرسکے اُسی طرح اُن کے اہل حرم کو بھی ڈرانے، دھمکانے اور جھکانے کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ یہ درست ہے کہ آج نہ تو کہیں خلافت راشدہ قائم ہے اور نہ ہی حقیقی اسلامی حکومت باقی ہے مگر اتمام حجت یہی ہے کہ معرکۂ کربلا نے مذہب اسلام کو بچالیا اور قیامت تک کے لئے ''درس کربلا'' عطا کردیا:

کون کہتا ہے کہ ختم ہوئی کربلا کی جنگ
ہم لڑ رہے ہیں آج بھی نسل یزید سے

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے نواسوں؛ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو ''جنت میں نوجوانوں کا سردار'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ کربلا میں جنت کے سردار حضرت امام حسینؑ اور اُن کے جاں نثاروں کی قربانیاں امر ہوگئیں۔ اُن کی قربانیوں نے کلمہ حق کے حقائق کو مٹنے سے بچالیا اور ''بنائے لاالہ'' کو منہدم ہونے سے دائمی طور پر محفوظ کرلیا۔ حضرت امام حسینؑ نے ساری زندگی اسلام کی خاطر اپنے اہل خانہ کی قربانیاں دیکھیں اور غم ہی غم دیکھا۔ اُمت محمدیہ گواہی دیتی ہے کہ صبر و رضا کے پیکر، تاجدار کربلا؛ حضرت امام حسین؛ وہ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے شفیق نانا پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وصال جیسا ناقابل برداشت غم دیکھا، تین دن تک اپنے بابا حضرت علی مرتضیٰؓ کا زخم اپنی آنکھوں سے دیکھا جو زخموں کی تاب نہ لاکر بالآخر لحد کو سدھار گئے، خاتون جنت، سیدہَ عالم، والدہ مقدسہ؛ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ تو بہت پہلے ہی داغ مفارقت دے گئی تھیں، اپنے بھائی حضرت امام حسن مجتبیٰؓ کے جگر کے ٹکڑوں کو طشت پر اُچھلتے دیکھا۔ اس طرح امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ کا دلِ مجروح ساری زندگی پاش پاش ہوتا رہا، اور اب تو بس! کربلا میں اُن ہی کی باری تھی! اُنہیں یزید کی اطاعت منظور نہیں تھی۔ اُنہوں نے حق کے مقابلہ باطل کو قبول کرنے سے صاف انکار کردیا تھا۔ نتیجہ سامنے ہے! وہی امام حسینؑ جنہوں نے زندگی بھر صبر وضبط کا مظاہرہ کیا اور اِس وقت بھی میدان کربلا میں مسلسل صبر وضبط کا مظاہرہ کررہے ہیں کہ اب اُن کی آنکھوں کے سامنے خود اُن کے لئے انتہائی صبر وضبط کی وہ گھڑی آگئی جب شقاوت اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور پھر ان کا مقدس وجود اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہوگیا۔ نواسۂ رسولؐ سید الشہداء، امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام بڑی بے پناہی کے عالم میں شہید کردئے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

غرض حضرت امام حسینؑ کے شفیق نانا؛ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس اسلام کو لایا اور دنیا میں ''لاالہ الااللہ'' کا پرچم بلند

کیا۔ بڑی بڑی قربانیاں دے کر اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کی حکومت قائم کی، وہی اسلام جب نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں کے سامنے زوال سے ہمکنار ہونے لگا اور حق کے نام پر غلط تاویلات پیش کر کے حق کے مقابلہ، باطل نے سر اُٹھانا چاہا تو آفتاب رسالتؐ کا نورنظر، شہنشاہ ولایتؓ کا لخت جگر، خاتون جنتؓ کے دل کا سکون، یعنی نواسہ رسولؐ، سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ نے جامِ شہادت نوش فرما کر اپنے شفیق ناناؐ کے لائے ہوئے اسلام کو زوال پذیر ہونے سے بچالیا۔ اور اس طرح دین اسلام بچ گیا اور جو پرچم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُن کے اصحابؓ نے بڑی بڑی قربانیاں دے کر بلند کیا تھا، اُسے نواسۂ رسولؐ نے سرنگوں ہونے سے بچالیا۔ اپنی اور اپنے جاں نثاروں کی قربانی دے کر دنیا میں اُسے قیامت تک کے لئے تحفظ بخش دیا اور آخرت میں اپنے لئے ''جنت میں نوجوانوں کے سردار'' ہونے کا بین ثبوت بھی دنیا ہی میں پیش کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل تسنن اور اہل تشیع کے درمیان یکساں طور پر نہایت ہی مقبول ومحترم صوفی بزرگ شاعر اور چشتیہ سلسلہ کے صاحب کشف بزرگ، عطائے رسولؐ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے نواسۂ رسولؐ امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے بجا فرمایا کہ:

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہٰ است حسینؑ

حواشی :

(۱) تاریخ الخلفاء: حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی
(۲) خلافت اسلامیہ: ڈاکٹر ایم عظیم اللہ
(۳) تاریخ الامت: مولانا محمد اسلم جیراجپوری
(۴) واقعہ کربلا: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی
(۵) شام کربلا: مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
(۶) تاریخ کربلا: مولانا امین
(۷) حادثۂ کربلا کا پس منظر: ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی
(۸) سہ ماہی مجلہ المجیب، پھلواری شریف پٹنہ (شہید کربلا نمبر)، ماہ اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۴: مدیر ڈاکٹر فتح اللہ قادری

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

خواتین کی سماجی وسیاسی حیثیت
قرآن وسنت کے تناظر میں

● ڈاکٹر حامد میاں قادری ـــــ اسسٹنٹ پروفیسر،خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

عورت کی سماجی حیثیت :

عورت اور معاشرے میں اس کے ساتھ ہونے والے برتاؤ کا موضوع قدیم ایام سے ہی مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں زیر بحث رہا ہے۔دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے۔دنیا میں انسانی زندگی کا دارومدار جتنا مردوں پر ہے اتنا ہی عورتوں پر بھی ہے جب کہ فطری طور پر عورتیں خلقت کے انتہائی اہم امور سنبھال رہی ہیں۔خلقت کے بنیادی امور جیسے عمل پیدائش اور تربیت اولاد عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔معلوم ہوا کہ عورتوں کا مسئلہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور قدیم زمانے سے ہی معاشروں میں مفکرین کی سطح پر اسی طرح مختلف قوموں کی رسوم وروایات اور عادات واطوار میں اس پر توجہ دی جاتی رہی ہے۔اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ کوئی بھی سماجی کام اسی وقت صحیح سمت میں آگے بڑھ سکتا اور نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے، جب غور وفکر،عقل وخرد، تشخیص وتوجہ، مصلحت اندیشی و بارآوری اور صحیح ومنطقی بنیادوں پر استوار ہو۔عورتوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے انجام دئے جانے والے ہر عمل میں اس چیز کو ملحوظ رکھنا چاہئے یعنی ہر حرکت دانشمندانہ سوچ پر مبنی ہو اور حقائق،عورت کے مزاج وفطرت سے آشنائی،مرد کے رجحان ورغبت سے آگاہی،عورتوں کے مخصوص فرائض اور مشاغل سے واقفیت، مردوں کے مخصوص فرائض اور مشاغل سے روشناسی اور دونوں کی مشترکہ باتوں اور خصوصیات کی معلومات کے ساتھ انجام دی جائے،غیروں سے مرعوب ہوکر اور اندھی تقلید کی بنیاد پر انجام نہیں دی جانی چاہئے۔اگر یہ حرکت غیروں سے مرعوب ہوکر، اندھے فیصلے اور اندھی تقلید کی بنیاد پر آنکھیں بند کرکے انجام دی گئی تو یقینا ضرررساں ثابت ہوگی۔چنانچہ اگر کوئی ملک حقیقی معنی میں تعمیر نو کا خواہاں ہے تو اس کی سب سے زیادہ توجہ اور اس کا بھروسہ افرادی قوت پر ہونا چاہئے۔جب افرادی قوت کی بات ہوتی ہے تو اس کا خیال رکھنا

چاہئے کہ ملک کی آدھی آبادی اور نصف افرادی قوت عورتوں پر مشتمل ہے۔اگر عورتوں کے سلسلے میں غلط طرز فکر جڑ پکڑ لے تو حقیقی اور ہمہ جہتی تعمیر وترقی ممکن ہی نہیں ہے۔خود عورتوں کو بھی چاہئے کہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے عورت کے مرتبہ ومقام سے واقفیت حاصل کریں تاکہ دین مقدس اسلام کی اعلی تعلیمات پر ارتکاز کرتے ہوئے اپنے حقوق کا بخوبی دفاع کرسکیں، اسی طرح معاشرے کے تمام افراد اور مردوں کو بھی اس سے واقف ہونا چاہئے کہ عورت کے تعلق سے، زندگی کے مختلف شعبوں میں عورتوں کی شراکت کے تعلق سے، عورتوں کی سرگرمیوں، ان کی تعلیم، ان کے پیشے، ان کی سماجی، سیاسی، اقتصادی اور علمی فعالیتوں کے تعلق سے اسی طرح خاندان کے اندر عورت کے کردار اور معاشرے کی سطح پر اس کے رول کے تعلق سے اسلام کا نقطہ نگاہ کیا ہے۔ یہ بات ہم بخوبی جانتے ہیں کہ انسانی معاشرہ مرد اور عورت کے وجود سے تشکیل پاتا ہے۔کسی بھی معاشرے کی ترقی اور فلاح صرف مرد حضرات پر منحصر نہیں ہوتی بلکہ عورت بھی بحیثیت ایک فرد نہایت اہم کردار سرانجام دیتی ہے۔ یوں تو آج دنیا کی کوئی قوم، کوئی مذہب بھی عورتوں کے مقام وحیثیت اور ان کے سماجی کردار کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا۔تاہم اسلام نے جس طرح سے عورت کے مقام ومرتبہ کو انسانی معاشرے میں بلند کیا ہے اور عورت کے ہمہ جہت کردار کو مذہبی واخلاقی اور معاشرتی وسماجی ہر اعتبار سے اہمیت سے ہمکنار کیا ہے اس کی کوئی دوسری نظیر دکھائی نہیں دیتی اور یہ امر حقیقت ہے کہ اسلام سے پیشتر عورت نہایت مظلوم اور معاشرتی وسماجی عزت واحترام سے محروم زندگی گزارنے پر مجبور تھی بلکہ عورت کے وجود کو تمام برائیوں کا مرقع اور قابل نفرت سمجھا جاتا تھا۔قدیم یونانی فکر سے لیکر موجودہ مغربی فکر تک یہ تسلسل قائم نظر آتا ہے۔

قدیم یونانی روایات کے مطابق پینڈور (Pundore) ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کو کھول کر انسانیت کو طاعون اور غم میں مبتلا کر دیا۔ابتدائی رومی قانون میں بھی عورت کو مرد سے حقیر وکمتر قرار دیا گیا۔ابتدائی عیسائیت بھی اس طرح کے افکار کی حامل تھی۔زمانہ جاہلیت میں عورت ظلم وستم کی چکی میں پسی ہوئی تھی۔اہل عرب بیٹیوں کی پیدائش کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے اور اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔عورتوں کو وراثت میں کوئی حق نہ دیا جاتا تھا۔ان سے زنا عام تھا لیکن اسلام نے زمانہ جاہلیت کے برعکس عورتوں کو عزت وتکریم بخشی۔اسلام کی تاریخ ''حقوق نسواں'' کے حوالے سے نہایت درخشاں روایات کی امین رہی ہے۔روز اول سے ہی اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی ہے۔کیونکہ جب تک افراد معاشرہ باہمی حقوق ادا نہیں کرتے اور اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہیں تب تک وہ ایک فعال معاشرہ قائم کرنے میں کماحقہ کردار ادا نہیں کرسکتے۔تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ ہم فرض کا مطالبہ تو کرتے ہیں مگر حق ادا نہیں کرتے۔اسی وجہ سے معاشرہ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔جہاں تک معاشرے میں خواتین کے کردار کا تعلق ہے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کی نصف سے زائد آبادی عورتوں پر مشتمل ہے اور بقائے نسل انسانی کے لئے، بچوں کی پرورش اور نگہداشت کے لئے، اولاد کی بہتر تعلیم وتربیت

جیسے اہم افعال کے لئے عورت کا کردار بحیثیت ماں کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ نپولین بوناپاٹ نے کہا تھا کہ تم مجھے اچھی مائیں دے دو میں تمہیں اچھی قوم دے دوں گا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے ذیل میں یہ بتایا جائے کہ بریلوی علماء کے یہاں عورت کی سماجی اور معاشرتی حیثیت کیا ہے۔ اس حوالے سے چند چیزیں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے یہاں ملتی ہیں۔ انہوں نے خواتین کی سماجی حیثیت کو پیش کرتے ہوئے قرآن حکیم کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ ——(النساء،آیت:۱)

ترجمہ : اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اس سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلایا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو تخلیق کے درجے میں ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے۔(۱) دونوں کا منبع تخلیق، نقطہ آغاز ایک Cell تھا جب کسی کو اعلیٰ و ادنیٰ، گھٹیا یا بلند رکھنا ہوگا تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کا مادۂ تخلیق کیا ہے اگر ان کی ساخت و ہیئت ایک جیسی ہے تو پھر ماننا ہوگا کہ انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے اگر اسلام یہ تسلیم کر رہا ہے کہ مرد وعورت دونوں کی تخلیق کا منبع ایک جیسا ہے۔ اسلام عورت کے لئے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن ہے اور اس کی روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت ولی الامر کے سپرد کی ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ اسلام نے مردوں پر تو لازم ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں پر اپنی کمائی خرچ کریں۔ ان کا کھانا پینا، روٹی کپڑا ساری ضروریات زندگی فراہم کرنا مرد کی ذمہ داری ہے مگر عورت کے لئے یہ لازمی قرار نہیں دیا کہ وہ روزی کمائیں اور اپنی کمائی شوہر کو دیں یا اسے خرچ کریں۔ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو یہ اس کا اخلاقی عمل ہے——(۲)

اس کے برعکس اہل مغرب جو عورت کی آزادی اور مساوات کا نعرہ بلند کرتے ہیں، وہاں یہ بات ناپید ہے۔ انہوں نے بحیثیت معاشرتی فرد عورت پر بھی روزی کمانا لازمی قرار دے دیا ہے کہ وہ اپنا بوجھ خود اٹھائے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی عورت اپنے وجود کے تحفظ کے لئے اپنا تقدس بھی پامال کر بیٹھی ہے۔ وہاں عورت ایک کھلونا اور شوپیس بن کر رہ گئی ہے، ڈاکٹر طاہر القادری کے نزدیک معاشرے میں عورت کی عزت واحترام اور اس کی عصمت کا تحفظ اس کی شرم وحیاء اور رازداری میں پوشیدہ ہے——(۳)

ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت گھر میں مقید ہونے اور صرف اپنے آپ کو گھریلو امور تک محدود کر لینے کے حق میں بھی نہیں ہیں۔ ان کی رائے میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی بے پایاں صلاحیتیں دے رکھی ہیں اور وہ بھی اپنے مادہ تخلیق کی

رو سے مردوں سے کسی طرح کمتر اور حقیر نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت دونوں کو ایک دوسرے کا زوج قرار دیا ہے اور عربی زبان میں زوج ''جوڑ'' کو کہتے ہیں اور جوڑ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اس میں ہمسری اور ہمسفری کا جواز نہ پایا جائے۔ مرد، عورت کا جوڑ اور عورت مرد کی۔ انہوں نے اپنے ایک خطاب ''اسلامی معاشرے میں عورتوں کا مقام'' میں بڑی وضاحت سے مرد وعورت کے تصور ہمسری کو بیان فرمایا ہے۔ مرد وعورت کا ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ، قدم سے قدم ملا کر چلنے کا تصور نہ ہو تو دونوں کو ایک دوسرے کا زوج قرار نہیں دیا جاسکتا اور پھر ہمسفر کے لئے جتنی عزت وتکریم، راحت وآرام ضروری سمجھی جائے اتنا ہی ہمسفر اچھا رہے گا ہمسفر اچھا ہوگا تو سفر بھی اتنا ہی اچھا گذرے گا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک عورت کا وجود کتنی اہمیت کا حامل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا راز نبوت بھی ایک عورت سے بیان فرمایا اور قربان جائیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایمان وایثار پر جنہوں نے نبوت کی تصدیق بھی سب سے پہلے کی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلی راوی بھی حضرت خدیجہ قرار پائی۔ ایک عرصہ تک حضور علیہ السلام کے معاش میں حضرت خدیجہ کا مال تجارت اور اکتساب دولت ہی شامل رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں عورت پر اکتساب دولت پر کوئی پابندی نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود بہت بڑی تاجرہ تھیں اور حضور علیہ السلام نے ان کے لئے کاروبار کرنے پر کوئی قدغن نہیں لگائی تھی۔

ڈاکٹر طاہر القادری مزید لکھتے ہیں: جس طرح اسلام نے عورت پر اقتصاد ومعیشت کے لئے کوئی قدغن نہیں لگائی اسی طرح اسلام نے اخلاقی وروحانی، علمی وفکری کسی اعتبار سے عورت کو پیچھے نہیں رکھا۔ حضور علیہ السلام نے خود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے تعلیم کا انتظام فرمایا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی اسکالر تھیں اور فقہ کی عالمہ تھیں، شاعری، سائنس، طب اور تاریخ وفلسفہ پر بڑا عبور رکھتی تھیں، انہی کے بارے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا آدھا دین عائشہ کی وجہ سے محفوظ ہوگا۔ آٹھ ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں۔ اسلام نے عورت کے لئے ایک بھرپور معاشرتی زندگی کا تصور دیا ہے۔ وہ بیٹی، بہن، بیوی اور ماں ہر روپ میں قابل احترام اور معزز قرار پائی۔ طاہر القادری کے نزدیک عورت اپنی عصمت وکردار کے تحفظ اور تقدس کے ساتھ کوئی بھی کام کرسکتی ہے۔

انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عورت امور سلطنت میں سربراہ ریاست کے علاوہ کوئی بھی ذمہ داری سرانجام دے سکتی ہے۔ پروفیشنل امور میں عورت جج، قاضی، ڈاکٹر، انجینئر، استاد، ٹیچنگ، طب، ہوم اکنامکس، تحریر وتصنیف وغیرہ کی ذمہ داریاں زیادہ احسن انداز میں ادا کرسکتی ہے بلکہ اسلام نے قانون کے نفاذ میں بھی عورت کے اس حق کو مستحضر رکھا ہے۔ اسے ملکیت کا حق عطا کیا ہے۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے ــــ(۴)

اسلام میں بیوی کے حقوق شوہر کے فرائض اور شوہر کے حقوق بیوی کے فرائض قرار پائے ہیں۔ ہمارے ہاں اب

بھی بیوی کو جو گھر کی نوکرانی سمجھا جاتا ہے،اس تصور کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اسلام میں عورت پر شوہر کی طرف عائد فرائض میں یہ ہے کہ وہ اسے جب اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے بلائے اس کی تعمیل کرے،اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی حفاظت کرے،اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے۔البتہ اگر وہ اپنے گھر کا کام کاج کرتی ہے تو یہ اس کا اخلاقی فریضہ ہے اور اگر شوہر اپنی بیوی کو سہولت دینے اور اس کی صحت کا خیال کرتے ہوئے اس کے لئے نوکر چاکر کا انتظام کرے یا اس کی مدد کرے تو یہ اس کا حسن سلوک ہوگا جسے اسلام پسند کرتا ہے۔مردوں کے لئے ایک سے زائد شادیوں کو جائز تو سمجھتے ہیں مگر اسے زیادہ مستحسن نہیں گردانتے؛ کیونکہ شیخ الاسلام کے نزدیک اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے اور ان حالات میں جہاں اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے،اسے عدل ومساوات سے مشروط ٹھہرایا ہے کہ مرد ان تمام معاملات میں جو اس کے بس میں ہیں مثلاً غذا،لباس،مکان،شب باشی اور حسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل کا سلوک کرے گویا ایک سے زائد شادیوں کا قرآنی فرمان دراصل حکم نہیں بلکہ اجازت ہے جو بعض حالات میں ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اسلام نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے دی اور ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ آپ کے حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہستی ماں ہے اور ماں کا درجہ باپ سے تین گنا زائد قرار دے دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کو احترام وعزت کا مقام عطا کیا۔اسلام نے نہ صرف معاشرتی وسماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا۔(۵)

بالائی سطروں میں عورت کی سماجی اور معاشرتی حیثیت کو پیش کیا گیا ہے۔ان متذکرہ سطور سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جو حقوق اسلام نے سماجی،سیاسی،معاشی اور علمی وفکری سطح پر دیے ہیں اور جس قدر توسع یہاں پایا جاتا ہے اس کا عشر عشیر بھی دیگر تہذیبوں اور ثقافتوں میں نہیں ملتا ہے۔اسلام نے خواتین کی جن جن حیثیتوں کو پیش کیا ہے ان میں یقینی طور پر خواتین کو خود فخر ہونا چاہیے۔ان تمام حقائق کے باوجود جو فضا معاشرے میں مرتب کی گئی ہے وہ قابل افسوس ہے۔کیوں کہ ہم جس دین و دھرم کے ماننے والے ہیں اس کا تقاضا یہی ہے کہ حقیقی چیزوں پر دھیان دیا جائے،معاشرے میں خواتین کے خلاف جو مظالم یا زیادتیاں ہو رہی ہیں ان چیزوں کو اسلام سے جوڑ کر نہ دیکھا جائے۔اسلام تو خواتین کے جملہ حقوق کا محافظ اور ان کی عزت نفس کا پوری طرح حامی ہے۔

عورت کی سیاسی حیثیت :

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے خواتین کے ساتھ زیادتی کر رکھی ہے۔انہیں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔اسی طرح عورتوں کے سیاسی اور سماجی حقوق بھی پوری طرح محفوظ نہیں ہیں۔اب سطور ذیل میں دیکھنا یہ ہے

کہ علماء بریلی کے یہاں خواتین کی سیاسی حیثیت کیا ہے۔اس حوالے سے بہت زیادہ کچھ تو نہ مل سکا البتہ ڈاکٹر طاہر القادری نے اس بحث کو اپنی دو کتابوں یعنی ''اسلام میں انسانی حقوق'' اور ''اسلام میں خواتین کے حقوق'' میں قدرے تفصیل بیان کی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ خواتین کی سیاسی حیثیت اور ان کے سیاسی کردار پر جو روایات وشواہد اسلام میں موجود ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے خواتین کو کسی بھی شعبہ میں ادھورا نہیں چھوڑا ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے لکھا ہے:

''اسلام میں عورت کا کردار صرف خاندانی یا معاشرے تک ہی محدود نہیں بلکہ اہلیت کی بنیاد پر عورت کو ریاستی سطح پر بھی کردار دیا گیا ہے۔قرآن حکیم میں مسلم معاشرے میں ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے مرد وخواتین دونوں کو برابر اہمیت دی گئی ہے''۔۔۔(۶)

اس کے بعد وہ اپنی کتاب ''اسلام میں انسانی حقوق'' میں سورہ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ پیش کرتے ہیں:

''اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ومددگار ہیں، وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاتے ہیں، ان لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے''۔۔۔(سورہ توبہ، آیت:۷۱)

درج بالا آیت کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں خواتین اور مردوں کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ٹھہرایا گیا ہے کہ:

(الف) سماجی ومعاشرتی دائرہ میں معروف کے قیام اور منکر کے خاتمے

(ب) مذہبی دائرہ میں اقامت صلوٰۃ

(ج) اقتصادی دائرہ میں نظام زکوٰۃ کے قیام

(د) سیاسی دائرہ میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی اطاعت کے ذریعے ایک مثالی اسلامی معاشرہ کی تشکیل دیں۔۔۔(۷)

اس آیت سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عورت اور مرد کی حیثیت سیاسی، سماجی اور دینی اعتبار سے یکساں ہیں۔اسی کے ساتھ دوسری اہم بحث یہ کی گئی ہے کہ آیا ایک عورت سیاسی معاملات میں رائے دہی کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے ڈاکٹر طاہر القادری نے لکھا ہے:

''اسلام نے عورت کو ایک مکمل قانونی فرم تسلیم کرتے ہوئے سربراہ کے چناؤ قانون سازی اور دیگر ریاستی معاملات میں مردوں کے برابر رائے دہی کا حق دیا ہے عورتوں کو حق رائے دہی دینے کی انسانی، معاشرتی اور تہذیبی

اہمیت کا اندازہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب ہم عورت کی اس حق کے عالمی سطح پر اعتراف کی تاریخ کا جائزہ لیں۔آج کا جدید معاشرہ صدیوں کی جدوجہد اور نسلی وجنسی امتیاز کی کشمکش سے گزرنے کے بعد انسانی رائے کے تقدس کے شعور کی منزل تک پہنچا ہے“ ــــ(۸)

اس بات کو انہوں نے درج ذیل شواہد سے ثابت کیا ہے عہد رسالت سے مثال پیش کی ہے کہ عورت کو رائے دہی کا پورا پورا حق حاصل ہے۔”ریاست مدینہ کے مقام کے ساتھ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ سے عورت کی حق رائے دہی کو قانونی بنیاد فراہم کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین نے اپنے ادوار میں خواتین کی رائے کی ریاستی معاملات میں شمولیت یقینی بنائی۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں داخل ہونے والے مردوں سے جس طرح بیعت لیتے تھے اسی طرح عورتوں سے بھی بیعت لیتے تھے“ــــ(۹)

انہوں نے اپنی اس بات کو قرآن حکیم کی درج ذیل آیت سے ثابت کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں اور بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو انہیں بیعت فرمالیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے استغفار فرمائیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے“ــــ(سورہ ممتحنہ،آیت:۱۲)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی ملتا ہے کہ صحابیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کیا کرتی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”جو مسلمان عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت (اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں) تا (بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے) کے مطابق ان کا امتحان لیا کرتے۔عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ جو مسلمان عورتیں ان شرائط کا اقرار کرتیں تو رسول صلی اللہ علیہ سلم ان عورتوں سے فرمادیا کرتے کہ میں نے تمہیں بیعت کرلیا۔اور خدا کی قسم، بیعت کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ قطعاً نہیں چھوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو بیعت کرنا صرف زبانی کلامی ہوتا کہ فرمادیتے میں نے تمہیں فلاں بات پر بیعت کرلیا“ــــ(۱۰)

متذکرہ آیت اور حدیث کی روشنی میں طاہر القادری نے عورت کی حق رائے دہی کا جو نتیجہ اخذ کیا ہے ذیل کی سطور میں انہیں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل خلافت راشدہ کے دور میں بھی جاری رہا اور رائے دہی کے معاملات

میں خواتین کو بھرپور شمولیت دی گئی۔

حضرت مسور بن مخزمہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر نے اپنے بعد جانشین کے انتخاب کے لیے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف کو چیف الیکشن کمشنر نامزد کیا گیا۔ انہوں نے استصواب عام کے ذریعے مسلسل تین دن گھر گھر جا کر لوگوں کی آراء معلوم کیں، جن کے مطابق بھاری اکثریت نے حضرت عثمان غنی کو خلیفہ بنائے جانے کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس الیکشن میں خواتین بھی شامل ہوئیں اور تاریخ میں پہلی بار ایسی مثال قائم کی گئی۔ جب کہ آج کے دور میں ہم سیاسی معاملات میں عورت کی شمولیت کا سہرا مغرب کے سر رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے آج سے چودہ سو سال قبل عورت کو حق رائے دہی کا حق عطا کیا''۔۔۔(۱۱)

متذکرہ سطور کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کے جملہ حقوق اور ان کے سیاسی کردار کی عظمت کو تقویت پہنچائی ہے۔ عورت کو اسلام نے جو حقوق اور مراعات عطا کی ہیں اس میں توسع اور توازن ہے۔ معاشرتی ہم آہنگی اور سماجی رکھ رکھاؤ کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ یہی نہیں کہ عورت کو صرف حق رائے دہی کا حق فراہم کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے دیگر سیاسی حقوق کو بھی پوری طرح محفوظ رکھا ہے۔ چنانچہ مقننہ اور شوریٰ میں خواتین کی پوری پوری نمائندگی کے ثبوت ملتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے لکھا ہے:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ زریں جمہوری اصولوں پر خلفائے راشدین بھی کاربند رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف ریاستی معاملات میں خواتین سے مشاورت کی۔ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کے مسائل سے آگہی کے لیے گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے آپ نے ایک عورت کے اشعار سنے جس میں وہ اپنے شوہر کی جدائی کا ذکر کر رہی تھی۔ جس کا شوہر جہاد پر جانے کی وجہ کافی عرصے سے گھر سے دور تھا۔ اس معاملے نے آپ کو پریشان کر دیا اور آپ نے واپس آتے ہی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس پر مشاورت کی ان کے مشورے سے مجاہدین کے گھر سے دور رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ مقرر پائی''۔۔۔(۱۲)

اسی طرح انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ خواتین کے مشورے کو ریاستی امور میں بھی قابل عمل سمجھا جاتا تھا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس شوریٰ سے عورتوں کے مہر کی مقدار متعین کرنے پر رائے لی تو مجلس شوریٰ میں موجود ایک عورت نے کہا: کہ آپ کو اس کا حق اور اختیار نہیں۔ اس واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس کو ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی کتاب میں اس طرح لکھا ہے:

''اس واقعہ کی رو سے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی عوامی جگہ یعنی مارکیٹ، بازار وغیرہ میں ریاستی معاملہ Discuss نہیں کر رہے تھے، بلکہ یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں زیر غور تھا جس کا مطلب ہے کہ عامۃ الناس کی بجائے

منتخب افراد ہی اس عملی صورت میں شریک تھے لہذا خاتون کا کھڑے ہو کر بل پر اعتراض کرنے سے یہ مفہوم نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین کو ریاستی معاملات میں شرکت کرنے، حکومت میں شامل ہونے اور اپنی رائے پیش کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ مزید برآں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بل واپس لے لینا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام میں جنسی امتیاز کے لیے کوئی جگہ نہیں اور مرد و زن کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔

ثانیا اس واقعہ سے اسلامی ریاست کے آئینی و قانونی معاملات چلانے کے بارے میں بھی ہدایت ملتی ہیں، اسلامی ریاست میں بل پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر ہر رکن پارلیمنٹ اس کے بارے میں اپنی رائے دیتا ہے۔ اگر مخالفت میں دلائل ٹھوس اور مضبوط ہوں تو بل واپس بھی لیا جاتا ہے ورنہ باہمی اتفاق رائے سے وہ بل قانون بنا دیا جاتا ہے، اور دور جدید میں یہی طریقہ کار جمہوریت کہلاتا ہے'' ــــ (۱۳)

اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ خواتین صرف مجلس شوریٰ کی ہی رکن نہیں ہوتی تھیں، بلکہ ریاستی امور کی انہیں ذمہ داریاں بھی سپرد کی جاتی تھیں۔ کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کو کئی شعبوں کا ذمہ دار بنایا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شفا بنت عبداللہ عدویہ کو بازار کا نگراں مقرر کیا تھا۔ وہ قضاء الحسبہ اور قضاء سوق کی ذمہ دار تھیں ــــ (۱۴)

اسلامی ماخذ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین نے سفارتی ذمہ داریاں بھی ادا کی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت (۲۸ھ) میں ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو ملکہ روم کے دربار میں سفارتی مشن پر بھیجا۔ حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کو روم کی ملکہ کی طرف خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے کے صندوقچے دے کر بھیجا گیا۔ آپ کے استقبال کے لیے ہرقل کی زوجہ آئی اور اس نے (روم کی) خواتین کو جمع کیا اور کہا: یہ تحفے عرب کی بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی لے کر آئی ہیں ــــ (۱۵)

اس کے علاوہ تاریخ اسلام میں ایسی خواتین کا تذکرہ بھی ملتا ہے جنہوں نے دفاعی اور عسکری ذمہ داری نبھائی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے لکھا ہے:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ایسی خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے بے مثال عسکری خدمات انجام دیں، حضرت عائشہ اور حضرت نسیبہ بنت کعب نے غزوۂ احد میں شرکت کی، صفیہ بنت عبد المطلب نے غزوۂ خیبر میں یہودی کو قتل کیا۔ ازرہ بنت الحارث نے اہل بیسان کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ ام عطیہ الانصاریہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ ام حکیم بنت الحارث روم کے خلاف معرکے میں شریک تھیں۔ یہی نہیں، کتب تاریخ بے شمار خواتین کے عسکری کردار کا تذکرہ بھی پیش کرتی ہیں'' ــــ (۱۶)

متذکرہ سطور کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق اور اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ خواتین کو جو حقوق اسلام نے عطا کیے ہیں

ان کی آج کے دور میں افادیت و اہمیت برقرار ہے ۔سیاسی اور خالص حکومتی معاملات میں بھی خواتین کی حیثیت پوری طرح موجود ہے ۔اس کے باوجود اگر کوئی آج یہ اعتراض کرتا ہے کہ اسلام نے ان کے حقوق یا ان کی حریت کے ساتھ زیادتی کی ہے تو ایسے لوگوں کے لیے اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنت کے احکام وقوانین کا مطالعہ انصاف سے کرنے کی ضرورت ہے ۔ بالائی سطروں میں دیکھا کہ عورت اپنی سیاسی نمائندگی ریاستی معاملات میں درج کرا سکتی ہے ۔گویا جو چیزیں اسلام میں خواتین کے حوالے سے ملتی ہیں ان کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی وہی سلوک اور رویہ اختیار کریں جس کی اجازت اسلام نے ہمیں دی ہے ۔آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ خواتین کے متعلق ہمارا رویہ اور کردار متوازن اور معتدل نہیں ہے ۔کہیں نہ کہیں ہمارے رویے میں جھول ہے ۔اس کو درست کرنے کی ضرورت ہے ۔

مراجع ومصادر :

(۱) اسلام میں انسانی حقوق،صفحہ:۳۶۵۔

(۲) ایضاً صفحہ:۴۳۲۔

(۳) ایضاً صفحہ:۳۶۷۔

(۴) دیکھیے تفصیل ۔اسلام میں انسانی حقوق،صفحہ:۳۹۴،۳۹۵۔

(۵) دیکھیے تفصیل ۔اسلام میں انسانی حقوق صفحہ:۳۸۱تا۳۸۳۔

(۶) طاہر القادری،(ڈاکٹر)اسلام میں انسانی حقوق،ادبی دنیا مٹیا محل دہلی،۲۰۰۷،صفحہ:۴۴۱،۴۴۲۔

(۷) ایضاصفحہ:۴۴۲۔

(۸) ایضاصفحہ:۴۴۲،۴۴۳۔

(۹) ایضاصفحہ:۴۵۲۔

(۱۰) طبرانی،المعجم الاوسط،ج:۴،صفحہ:۲۷۲،حدیث نمبر ۴۱۷۳۔

(۱۱) اسلام میں انسانی حقوق،صفحہ:۴۵۵۔

(۱۲) اسلام میں انسانی حقوق،صفحہ:۴۵۶۔

(۱۳) ایضاً صفحہ:۴۵۷۔

(۱۴) ایضاصفحہ:۴۶۰۔

(۱۵) طبری،ج:۲،صفحہ:۶۰۱،بحوالہ اسلام میں انسانی حقوق،صفحہ:۴۶۰،۴۶۱۔

(۱۶) اسلام میں انسانی حقوق،صفحہ:۴۶۴۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز
حیات اور فارسی شاعری

● امیر عباس ـــــ اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی

سید محمد حسینی چشتی ملقب بہ بندہ نواز، گیسو دراز، حنفی مسلک صوفی تھے جو ۷۲۱ھ یعنی ۱۳۲۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا سید ابوالحسن جنیدی جو افغانستان کے شہر ہرات سے دہلی آئے تھے۔آپ کے والد سید محمد یوسف شاہ حسینی عرف راجا صاحب دیوان شاعر اور صوفی تھے اور والدہ سیدہ بی بی رانی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔مخدوم کا سلسلۂ نسب بائیس واسطوں سے حضرت نبی اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ابھی چار برس کے تھے کہ آپ نے دہلی کو خیرباد کہہ دیا اور اپنے والدین کے ساتھ دولت آباد (دیوگیر) میں مقیم ہو گئے۔ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں ہوئی اس کے بعد قاضی عبدالمقتدر سے ظاہری تعلیم حاصل کی اور دیگر اساتذہ سے کسب علم کیا۔گھر کا ماحول صوفیانہ تھا اور آپ کے پدر گرامی خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔اس کے علاوہ آپ کے نانا بھی خواجہ صاحب سے ارادت رکھتے تھے۔

ابھی آپ کی عمر گیارہ برس کی تھی کہ ۷۳۳ھ میں والد کا انتقال ہوگیا۔آپ کی والدہ کے بھائی ملک الامراء سید ابراہیم مستوفی سے تعلقات خوش گوار نہ رہ سکے لہٰذا انہوں نے دولت آباد کو چھوڑ دیا اور مع اہل خانہ دہلی چلی آئیں۔

چنانچہ ۱۶؍رجب المرجب ۷۳۶ھ میں آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت وارادت سے مشرف ہوئے۔اور سلوک وریاضت کے تمام مراحل مرشد کی نگرانی میں طے کیے۔اور معرفت کی اس منزل پر پہونچ گئے۔ جس کا اعتراف چراغ دہلی نے اس طرح کیا:

’’بعد ہفتاد سال کودکی مرا از سر نو شورانیدہ است واقعات سابق مرا یاد دہانیدہ‘‘ ـــــ (سیر محمدی، ص: ۱۴)

۳۶؍برس کی عمر میں حضرت چراغ دہلی نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔اور ۱۸؍رمضان ۷۵۷ھ کو آپ کے مرشد

کا انتقال ہوگیا۔خواجہ کی شادی چالیس برس میں شاہ جمال الدین مغربی کے فرزند سید احمد کی بیٹی بی بی رضا خاتون سے ہوئی۔جس سے تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہوئے۔بڑے بیٹے سید محمد اکبر حسینی جامع جوامع الکلم جن کا انتقال آپ کی حیات میں ہی ہوگیا تھا۔ چھوٹے بیٹے سید محمد اصغر حسینی آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

دہلی میں چوالیس برس تک آپ نے رشد و ہدایت کا چراغ بندگان خدا کے لئے روشن رکھا۔۸۰۱ھ میں دہلی کو ترک کر دیا اور سال بھر متعدد مقامات کی سیر کرنے کے بعد وار دگلبرگہ ہوئے تو بادشاہ وقت فیروز شاہ بہمنی نے خواجہ کا پر جوش استقبال کیا اور التماس کیا کہ آپ گلبرگہ میں سکونت فرمائیں۔آپ نے التجا کو قبول فرمایا۔اور ۲۴؍سال تک اہل دکن کو فیضیاب کرتے رہے۔بالآخر ۱۰۴؍برس کی عمر میں ۱۶؍ذی قعدہ ۸۲۵ھ کو خواجہ کا وصال ہوگیا۔خانقاہ سے متصل سپرد خاک کیا گیا۔

چشتی بزگوں کی یہ روایت رہی ہے کہ ان کے یہاں حال تو پایا جاتا ہے لیکن قال نہیں یعنی تصنیف و تالیف کا رواج نہیں ملتا۔لیکن اس کے برعکس خواجہ صاحب پہلے چشتی شیخ ہیں جن کے یہاں حال اور قال دونوں پایا جاتا ہے۔محققین کے مطابق خواجہ گیسو دراز نے سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں کثرت سے تالیف اور تصنیف کیں۔لیکن ان کے مرید اور خادم معتبر سوانح نگار محمد علی سامانی نے اپنی کتاب ''سیری محمدی'' میں ان کی اکتیس کتابوں کے نام بتائے ان میں سے بعض اہم کتابیں مثلاً: تفسیر کلام پاک، حواشی تفسیر کشاف، شرح فصوص الحکم، شرح تعرف، شرح آداب المریدین، شرح فقہ اکبر، شرح رسالہ قشیریہ، اسمار الاسرار وغیرہ۔خواجہ نے اکثر معروف مشایخ کی کتابوں پر شرح، تراجم اور حواشی کا کام انجام دیا ہے۔

طریقت کے میدان میں آپ کا مسلک شدت سے عشقیہ تھا۔ٹھٹھ اور نارنول کا واقعہ ہے کہ اپنے مرشد شیخ نصیر الدین چراغ کی پالکی مریدوں کے ساتھ اٹھائے ہوئے تھے۔آپ کے بال بڑے تھے پالکی کے پائے میں الجھ گئے۔پالکی کو کندھے پر لے کر دور نکل گئے۔بالوں کے الجھ جانے سے تکلیف ہوتی رہی لیکن مرشد کے عشق و محبت میں خاموش رہے اور غایت تعظیم میں بالوں کو پالکی کے پایہ سے نہ نکال سکے جب شیخ نصیر الدین کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے مرید کی اس محبت اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے اور اسی وقت یہ شعر پڑھا ؎

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اسی کے بعد سے گیسو دراز مشہور ہوئے جو آپ کے نام کا جز بن گیا۔(اخبار الاخیار، ص: ۲۶۴)

خواجہ عالم ہونے کے ساتھ فارسی زبان کے شاعر بھی تھے۔عشق و مستی میں سرشار فارسی کی غزلیں اور رباعیاں جوامع الکلم میں جا بجا پائی جاتی ہیں۔جس وقت ان کے فرزند محمد اکبر حسینی ان ملفوظات کو مرتب کر رہے تھے مخدوم جب کوئی غزل کہتے اسی دن یا ایک دو دن کے بعد اپنے بیٹے کو دے دیتے اور وہ اس روز کے ملفوظ میں شامل کر لیتے یہ سب غزلیں دیوان میں

موجود ہیں۔اس دیوان کے مرتب خواجہ صاحب کے پوتے سید یداللہ عرف سید قبول اللہ ہیں،جنہوں نے دیباچہ بھی لکھا مگر کمال ادب سے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔وہ لکھتے ہیں کہ: مخدوم کے فرزند سید محمد اصغر حسینی نے انہیں طلب کیا،جب وہ حاضر ہوئے تو وہ اوراق کا مجموعہ جن میں خواجہ کی غزلیں لکھی ہوئی تھیں،انہیں دیا اور فرمایا اس کو ترتیب دے کر دیوان مرتب کردو۔اس حکم کی تعمیل میں انہوں نے یہ دیوان مرتب کیا اور اس کا نام انیس العشاق رکھا۔مرتب نے ترتیب اور تکمیل کی تاریخ بھی دیباچہ میں نہیں لکھی ہے مگر ان کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام مخدوم کی حیات میں انجام دیا گیا ہے۔

مخدوم کو شعروشاعری سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔چنانچہ ’’اسمارالاسرار،،کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

امابعد: ’’چند گہی بلکہ زیادت ازمہی برنجی کہ وجع الم ناپاک را گنجی باشدو بمرضی کہ موت راغرضی بود مبتلا وگرفتار بودم۔ تقدیر آسمانی وخواست ربانی صحتی رابنام ماثبتی کرد۔دماغ لطیف وسبک شدگران سنگی بباد ہوا رفت بہ خاصیت طبیعت میل برغزلی و شعری شد،،۔۔۔(اسمارالاسرار،ص:۳)

خواجہ شاعری کی جانب زیادہ متوجہ نہیں ہوئے بلکہ جب کبھی مضامین کی آمد ہوتی تو غزل کہہ دیتے۔اس لئے انہوں نے اپنی غزلوں کو جمع کئے جانے کا کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ان کی بہت سی ایسی رباعیاں اور غزلوں کے اشعار ان کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں۔جو اس دیوان میں نہیں ہیں۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں صرف وہی غزلیں اور رباعیاں جمع کی گئیں جو سید اصغر حسینی کے پاس محفوظ رہ گئی تھیں۔یہ دیوان ۳۲۷ /غزلوں اور ۲۶/اشعار کی ایک مثنوی اور ۹ /رباعیوں کا ایک مجموعہ ہے۔

دیوان کا آغاز حمد الٰہی سے ہوتا ہے۔اس کے بعد عربی میں حمد،نعت اور منقبت خلفائے راشدین ہے۔پھر منقبت شیخ نصیرالدین چراغ ہے جو آپ کے پیرومرشد ہیں۔اس کے بعد غزلیہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

مخدوم نے اپنا کوئی تخلص معین نہیں کیا۔القاب اور کنیت کے ساتھ ان کا پورا نام صدرالدین ابوالفتح محمد حسینی گیسودراز تھا۔ان میں سے جو مناسب ہوتا بطور تخلص استعمال کرتے تھے۔اور ایک غزل کے مقطع میں یہ سب الفاظ جمع کردیئے ہیں ؎

ای ابوالفتح محمد صدردین گیسودراز
مختصر کن چند نالی قصہ خود گردآر

لیکن اس کے برعکس دکنی شاعری میں شہباز تخلص تھا۔سعدی شیرازی کے بعد سے شعرا یہ التزام رکھتے آئے ہیں کہ اپنا تخلص غزل کے آخر شعر میں لاتے ہیں۔مخدوم نے یہ طریقہ نہیں اپنایا۔فن شاعری میں نہ انہوں نے کسی کو اپنا استاد بنایا اور نہ کسی شاعر سے اصلاح لی۔سولہ سال کی عمر سے اسی برس کی عمر تک وہ دہلی میں رہے۔جب وہ چار سال کے تھے،امیر خسرو دہلوی کی وفات ہوچکی تھی۔لہذا جب سلطان محمد تغلق نے ۷۲۸ھ میں دولت آباد (دیوگیر) کو دارالسلطنت بنایا تو امیر حسن دہلوی اور

دوسرے بزرگوں کے ساتھ دہلی سے دولت آباد چلے آئے۔ ۷۲۸ھ سے لے کر ۷۳۶ھ تک مخدوم اپنے والد کی زندگی میں ان کے ہمراہ اور اپنے والد کی وفات کے بعد امیر حسن دہلوی کی صحبت میں حاضر ہو کر ان کے فیضان ظاہری و باطنی سے فیضیاب ہوتے رہے۔ مخدوم کی غزلیں پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ احمد جام نامقی (ژندہ پیل)، امیر خسرو دہلوی اور شیخ سعدی کے مقلد ہیں اور سعدی کو غزل کا امام مانتے ہیں۔ مگر ان کا تمام تر کلام حسن دہلوی کے طرز پر ہے۔ الفاظ اور کلام کی صفائی اور لطافت اور مضامین کی بلندی اور طرز ادا میں مخدوم کے اشعار ان کے اشعار کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتے ہیں۔ مخدوم کو سعدی سے بہت عقیدت تھی۔ ان کی بعض غزلوں کے طرز پر انہوں نے غزلیں لکھی ہیں۔ دو شعر بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنی جانب نہایت لطیف طریقہ پر شاعرانہ تخیل کا اظہار کیا ہے ؎

نظر کردن بخوبان دین سعدیست
محمد اہل دین را مقتدایست
اگر سعدی ست مستی چشم بازی
سفیر اللہ محمد رہنمایست

احمد جام نامقی کی ایک معروف غزل جو اظہار حقیقت کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ ہے اس کا مطلع ہے ؎

منزل عشق از مکانی دیگر است
مرد معنی را نشانی دیگر است

یہی وہ غزل ہے جسے قوالوں نے شیخ علی سجزی دہلوی کے مکان پر محفل سماع میں گایا تھا خواجہ بختیار کاکی اس محفل میں شریک تھے۔ جس کا شہرہ آفاق شعر یہ ہے ؎

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانی دیگر است

اس بیت کو سن کر خواجہ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ بالآخر اپنی جان کو جان آفرین کے حوالہ کر دیا اور دنیا سے رحلت کر گئے۔ اس غزل کے طرز پر اسی بحر اور ردیف وقافیہ میں مخدوم کی ایک غزل اس دیوان میں ہے۔ اس کا مطلع اور ایک شعر یہ ہے ؎

مرد معنی از جہانی دیگر است
گوہر لعلش زکانی دیگر است
کشتگان غمزۂ معشوق را
ہر زمان از لطف جانی دیگر است

امیر حسن دہلوی کی ایک غزل کا ایک عجیب وغریب اور حقیقت سے لبریز شعر جس کا مضمون نہایت ہی لطیف پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے یہ ہے ۔

دوش دیوانہ چہ خوش می گفت
ہر کہ را عشق نیست ایمان نیست

خواجہ کو یہ شعر بے حد پسند آیا۔ اس غزل کے طرز پر ایک پوری غزل کہی اور اس کے ایک شعر میں حسن دہلوی کے شعر کے مصرعہ ثانی کو اس کی حالت پر قائم رکھا ۔

عشق برخط وخال مذہب ودین است
ہر کہ را عشق نیست ایمان نیست

دوسرا مصرعہ حدیث نبیؐ کا ترجمہ ہے۔

لا ایمان لمن لا محبۃ لہ

خواجہ نے امیر خسرو کے ایک بیت کی شرح بھی کی جو یازدہ رسائل کے رسالہ نہم میں شرح بیت امیر خسرو کے نام سے محفوظ ہے۔ وہ یہ ہے۔

نہ دریای شہادت چون نہنگ لا برآرد ھو
تیمم فرض گردد نوح را درعین طوفانش

ہر علم وفن کے لئے اس کی مخصوص اصطلاحات ہیں۔ جب تک ان کے مفہوم سے بخوبی واقف نہ ہوں اس علم وفن کے مضامین کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ اسی لیے صوفی شعرا نے بہت سے الفاظ کے لئے جن کو عام شعرا اپنے کلام میں ان کے لغوی معنی اور عام بول چال کے مفہوم میں لاتے ہیں اصطلاحی معنی مقرر کیے ہیں۔ جب تک یہ اصطلاحی معنی معلوم نہ ہوں ان کے کلام کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں۔ اس لئے بعض بزرگوں نے اپنی تصانیف میں ان الفاظ کے اصطلاحی معنی تفصیل سے بیان کردیئے ہیں۔ خواجہ کے فرزند محمد اکبر حسینی نے تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ نام کی ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں حقائق اور معارف کے علاوہ مخدوم کے چند دقیق اشعار کی اور کتاب اسمار الاسرار کے بعض سمروں کی شرحیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی اجازت سے لکھی اور مخدوم نے اس پر نظر ثانی فرمایا ہے۔

چند اشعار بطور نمونہ دیوان انیس العشاق سے نقل کئے جاتے ہیں ۔

من از عشق تو خون خوردن گرفتم ۞ تو دیرزی کہ من مردن گرفتم
مرا عشق از جمالت کردہ محروم ۞ کہ رشک از چشم خود بردن گرفتم

پس از دہری جمال یار دیدم ❁ رخ زیبای آن یار دیدم
شبی با ماہ روی خوش غنودم ❁ دو چشم بخت خود بیدار دیدم
خوشی وخرمی افزود دولت ❁ غم و اندوہ را دربار دیدم
قصہ عشق احسن القصص است ❁ فہم این سر کہ کند بشری

عشق در اجتہاد نعمان نیست
شافعی را نشد ازو خبری

بہر حال! خواجہ کے کلام میں تصوف، سلوک، معرفت، جذب ومستی، عشق حقیقی اور صوفیانہ رنگ سے لبریز باتیں جا بجا پائی جاتی ہیں۔ جو خدا تک پہونچنے کے لئے بہترین وسیلہ ہیں۔ اس کے علاوہ اصطلاح صوفیہ جیسے پیر مغاں، عین الیقین، حق الیقین، ساغر، ساقی، پیمانہ، اور میخانہ، حد درجہ خواجہ کے اشعار میں پائے جاتے ہیں۔

منابع ومآخذ :

(۱) احمد، اقبال الدین، تذکرہ خواجہ بندہ نواز، جاوید پریس، کراچی۔ ۱۹۶۶ء
(۲) بندہ نواز، محمد حسینی، یازدہ رسائل، ادبی دنیا، دہلی۔ ۲۰۰۷ء
(۳) چشتی، واحد بخش سیال، شرح جوامع الکلم، ادبی دنیا، دھلی۔ ۲۰۱۶ء
(۴) دہلوی، عبدالحق محدث، اخبار الاخیار، انجمن آثار ومفاخر فرہنگی، ایران ۱۳۸۳ھ
(۵) سامانی محمد علی، سیرِ محمدی، یونانی دواخانہ پریس، سبزی منڈی۔ الہ آباد۔ ۱۳۴۷ھ
(۶) سعید، م ن، خواجہ بندہ نواز سے منسوب دکنی رسائل، ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پرنٹرس، دہلی۔ ۲۰۱۳ء
(۷) عطا حسین، سید، دیوان انیس العشاق، برقی پریس، حیدر آباد دکن۔ ۱۳۶۰ھ
(۸) گیسو دراز، سید محمد حسینی، اسمار الاسرار، چار مینار، حیدر آباد دکن۔ ۱۳۵۰ھ
(۹) میر ولی الدین، ڈاکٹر، خواجہ بندہ نواز کا تصوف اور سلوک، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۶ء

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ''المجیب''، میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔ اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں ــــ (ادارہ)

حضرت برہان الدین راز الٰہی: حیات اور تعلیمات

● محمد شہباز ــــ شعبہ فارسی، دہلی یونیورسٹی

حضرت برہان الدین راز الٰہی کا شمار سلسلہ شطاریہ کے نامور بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا اصل نام برہان الدین بن شیخ کبیر محمد بن علی صدیقی گجراتی ہے۔ آپ کے جدامجد علی صدیقی شہر بڑوچ گجرات میں رہتے تھے۔ جدامجد کی وفات کے بعد والد محترم اجنی بدوڑ، جلگاؤں مہاراشٹرا میں آبسے اور یہیں پر حضرت برہان الدین راز الٰہی کی پیدائش ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۹۰ء میں ہوئی ــــ (تاریخ خانوادہ حضرت شاہ برہان الدین وشاہ جمال الدین قادری صفحہ: ۳۳)

آپ کے ایام طفلی میں ہی آپ کا خانوادہ برہان پور، مدھیہ پردیش میں سکونت پذیر ہوا۔ یہیں پر حضرت کی دس سال کی عمر میں والدہ ماجدہ نے دار فانی سے رحلت فرمائی اور ۱۵ سال کی عمر میں والد محترم بھی خالق حقیقی سے جا ملے ــــ (تاریخ اولیاء برہان پور جلد اول صفحہ: ۴۱۴)

حضرت برہان الدین راز الٰہی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے محدث کامل شیخ علم اللہ کی خدمت سے وابستہ ہو گئے۔ اس زمانے میں برہان پور میں حضرت ملک حسین بنبانی تصوف اور معرفت میں بہت مشہور تھے۔ حضرت برہان الدین راز الٰہی بھی ملک حسین بنبانی کی بیعت وارادت میں آگئے۔ کچھ زمانے کے بعد حضرت ملک حسین بنبانی برہان پور سے کوچ کر کے احمد آباد، گجرات میں جا بسے۔ اسی درمیان حضرت برہان الدین راز الٰہی کی ملاقات شیخ عبدالقدوس سے ہوئی۔ شیخ عبدالقدوس حضرت مسیح الاولیاء شیخ عیسی جند اللہ شطاری برہان پوری کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے حضرت برہان الدین راز الٰہی کو مسیح الاولیاء شیخ عیسی جند اللہ کی بارگاہ میں متعارف کرایا اور یہاں دوبارہ حضرت برہان الدین راز الٰہی نے طلب بیعت فرمائی۔

اس بیعت کے قصے کو حضرت ابراہیم گاز راہی نے ملفوظات بنام روایح الانفاس میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

''چون بخدمت مسیح الاولیاء رسید، پرسیدند کہ اگر قصد یومیہ واراضی است بصدر شہر کہ آشنا است سفارش وصدارت نمایم۔

اگر قصد طلب علم است، بہ رفاقت بابا فتح محمد ہر چہ خواہید بخوانید۔ گفتم از ین ہر دو ہیچ نمی خواہم، طلب حق دارم، می خواہم کہ اربعین بنشینم و اسماء عظام بہ نیت کشائش باطنی بخوانم۔ فرمودند، مبارک است حجرہ تعیین نمودند و امر بخواندن چہل اسم نمودند"۔

یعنی جب حضرت برہان الدین راز الٰہی، حضرت مسیح الاولیاء کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ اگر آپ کسی کام یا نوکری کے مقصد سے آئے ہیں تو اس شہر کا صدر مجھے جانتا ہے میں اس سے آپ کی سفارش کروں اور اگر طلب علم کی نیت سے آئے ہیں تو بابا فتح محمد سے جو چاہیں آپ علم حاصل کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا ان دونوں میں سے کسی کا ارادہ نہیں ہے۔ میں معرفت الٰہی اور طلب حق کا ارادہ رکھتا ہوں، چاہتا ہوں، چلاکشی کروں اور کشائش باطنی کی نیت سے اسمائے الٰہی کا ورد کروں۔ حضرت مسیح الاولیاء نے فرمایا مبارک ہو، پھر حجرہ متعین فرمایا اور اسمائے الٰہی کے ورد کرنے کا حکم دیا۔

اس عمل کو انجام دینے کے بعد حضرت مسیح الاولیاء نے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی خاطر حضرت برہان الدین راز الٰہی کو درگاہ کے صوفیوں کے استنجاء کے ڈھیلے فراہم کرنے کی ذمہ داری پر لگا دیا۔ حضرت برہان الدین راز الٰہی مرشد کے حکم کے مطابق، ایک زمانہ تک اس امر کو انجام دیتے رہے۔ بعدہ اس مقام پر پہنچ گئے کہ اگر خانقاہ میں کسی کو سلوک وطریقت سے متعلق کوئی مسئلہ یا امر درپیش ہوتا، تو حضرت مسیح الاولیاء عیسی جند اللہ شطاری اس کو برہان الدین راز الٰہی کے پاس بھیج دیتے تھے۔

ایک دن حضرت مسیح الاولیاء نے مریدوں کے مجمع میں حضرت برہان الدین راز الٰہی کو خرقہ خلافت عطا کیا اور بیعت و ارادت فرمانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن حضرت برہان الدین راز الٰہی ادب واحترام کی غرض سے اپنے مرشد کی زندگی میں کسی کو بیعت نہ کرتے تھے۔ جب یہ خبر مسیح الاولیاء تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا کہ نیک کام میں تاخیر اچھی نہیں ہوتی اور لوگوں کو بیعت کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت مسیح الاولیاء عیسی جند اللہ شطاری، شیخ لشکر محمد عارف کے خلیفہ ہیں اور لشکر محمد عارف، حضرت شیخ محمد غوث گوالیری شطاری کے خلیفہ ہیں ـــ (منتخب اللباب، جلد دوم، صفحہ: ۵۵۵)

حضرت برہان الدین راز الٰہی کے زمانے میں ایک متشرع اور متبحر عالم دین مولانا عبد اللطیف نامی بھی تھے، مولانا عبد اللطیف سماع وقوالی سے بہت نفرت کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت برہان الدین راز الٰہی کو "بدعتی" کہتے تھے اور حضرت برہان الدین راز الٰہی فرماتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ مولانا عبد اللطیف جیسے متبحر اور متشرع عالم دین کے زمانے میں ہم جی رہے ہیں۔ لیکن مولانا عبد اللطیف نے اپنے آخری زمانے میں اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت برہان الدین راز الٰہی کے معتقد ہو گئے تھے ـــ (ایضا صفحہ: ۵۵۶)

شہزادہ اورنگ زیب اپنی زندگی میں حضرت برہان الدین راز الٰہی کا بہت احترام کرتا تھا اور اپنی شہزادگی کے زمانے میں عام لباس میں حضرت برہان الدین راز الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور حضرت برہان الدین راز الٰہی بادشاہوں اور شہزادوں کی خانقاہ میں آمد کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دن شہزادہ اورنگ زیب عوامی لباس پہن کر حضرت کی

مجلس میں آ گیا۔حضرت نے نئے آدمی کو دیکھ کر پوچھا! کیا نام ہے؟ شہزادہ نے کہا: اورنگ زیب، پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا اور آخر میں تبرک بھی نہیں دیا۔ دوسرے دن پھر شہزادے کو عوامی لباس میں مجلس میں دیکھا تو فرمایا، اگر آپ کو یہ جگہ زیادہ پسند آ گئی ہے تو حکم کریں کہ ہم کسی دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔۔۔ (منتخب اللباب، جلد دوم، صفحہ: ۵۵۳،۵۵۴)

دارا شکوہ اور اورنگ زیب کے درمیان خانہ جنگی کے زمانے میں، جانشینی کی خاطر دعا کروانے کے لیے شہزادہ اورنگ زیب شیخ نظام، شیخ منیر اور میر میراں کو اپنے ساتھ لے کر حضرت برہان الدین راز الٰہی کی خانقاہ میں آیا اور حضرت کے خادم مالو نامی شخص سے رابطہ کیا۔حضرت نے مشورہ دیا کہ نماز کے وقت خانقاہ کے دروازے پر آ جانا۔شہزادہ اورنگ زیب شیخ نظام، شیخ منیر اور میر میراں کو ساتھ لے کر حضرت برہان الدین کے نماز کے لیے نکلنے کے وقت پر خانقاہ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔

جیسے ہی حضرت نے شہزادے کو دیکھا، حال چال پوچھے۔شہزادے نے دارا شکوہ کے خلاف شرع کارناموں کی شکایت کی اور جانشینی کے لیے دعا کی درخواست کی۔حضرت برہان الدین راز الٰہی نے فرمایا کہ ہم فقیروں کی دعا سے کیا ہوگا، آپ تو بادشاہ ہیں رعایا کی خیر خواہی اور عدل وانصاف کی نیت سے دعا کریں ہم بھی آپ کے ساتھ دعا میں شامل ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد شیخ نظام نے آہستہ سے کہا بادشاہی مبارک ہو۔۔۔ (ایضا صفحہ: ۵۵۳،۵۵۴)

شیخ نظام، صدر علمائے مرتبین فتاوی عالمگیری، امیر الامراء شائستہ خان اور علی بن عسکری معروف بہ عاقل خان رازی وغیرہم عمائدین سلطنت، حضرت برہان الدین راز الٰہی کی بیعت وارادت سے وابستہ تھے۔

تعلیمات:

حضرت برہان الدین راز الٰہی اپنی تعلیمات کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ طالب حق کے لیے حضور قلبی پہلی شرط ہے اگر کوئی شخص کعبے میں ہو اور وہ حضور قلبی کے ساتھ رب کعبہ کے ساتھ مشغول نہ ہو تو وہ بت خانے میں ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص بت خانے میں بھی رب کعبہ کے ساتھ مشغول ہے تو وہ درحقیقت کعبے میں ہے۔

حضرت برہان الدین راز الٰہی خود شریعت کے پابند تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ شریعت طریقت سے جدا نہیں ہے اور اپنے مریدوں کو شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیے تلقین فرماتے تھے۔کہتے تھے کہ صوفیا کی وہ جماعت جو فرائض و واجبات کی اطاعت نہیں کرتی، اگر وہ مجذوب نہیں ہے تو الحاد و بے دینی کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے۔

محالست سعدی کہ راہ صفا
توان یافت جز در پئے مصطفی

یعنی شیخ سعدی نے کہا ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر درست اور صحیح راستہ پانا محال ہے۔

حضرت برہان الدین راز الہی اپنے مریدوں کو درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر کوئی انسان نماز جمعہ کے لیے مسجد کی تعیین اس نیت سے کرتا ہے کہ وہاں قاری قرآن پاک کو خوش الحان آواز میں پڑھتا ہے یا وہاں خطیب خطبہ بہت اچھا دیتا ہے تو ایسے شخص کی نماز مکروہ ہوتی ہے، کیونکہ نمازی کی توجہ مسجد میں صرف اور صرف نماز کے لیے ہونی چاہیے۔

راہ سلوک اور طریقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سالک معرفت کو چاہیے کہ وہ دنیا والوں کی برائی یا تعریف کرنے سے گونگا، بہرا ہو کر راہ سلوک میں لگ جائے کیونکہ اگر وہ لوگوں کی باتوں پر دھیان دے گا اور پھر ان میں صحیح ،غلط کا فیصلہ کرے گا تو وہ معرفت سے باز رہے گا اور تعطیل واہمال کے ورطے میں جا گرے گا۔ حضرت برہان الدین راز الہی ریاضت و مجاہدے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ریاضت ومجاہدہ کرنے سے سالک حق پر اشیاء معقولہ منکشف ہو جاتی ہیں اور وہ عقلی چیزوں کو حسی صورت میں دیکھتا ہے۔ لیکن اس مقام اور مرتبے پر سالک کے گمراہ ہونے کے خطرات زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت کے مریدوں میں سے ایک مرید نے حضرت کو خبر دی کہ آپ کی خانقاہ میں کچھ ایسے درویش بھی جمع ہو گئے ہیں جن کا مقصد، طلب حق اور معرفت الہی نہیں ہے۔ بلکہ دنیاوی مقاصد اور تن پروری کی خاطر پڑے ہوئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ آپ کی خانقاہ کی بدنامی کا سبب بن جائیں۔ اگر حکم ہو تو میں ایسے لوگوں کو خانقاہ سے بھگا دوں؟ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ خانقاہ صحرا کی طرح ہوتی ہے جہاں زہر اور تریاق دونوں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح فقیروں کی خانقاہ میں اچھے اور برے سب طرح کے لوگ آتے ہیں۔ بلکہ اچھے اور نیک لوگوں کے لیے تو بہت سی جگہیں ہیں لیکن جو انسان برا ہو اور ہر دروازے سے بھگا دیا گیا ہو تو اس کے لیے اس خانقاہ کے علاوہ اور کہاں جگہ ہے؟ سب کو یہیں پر رہنے دو۔

حضرت برہان الدین راز الہی اپنے مریدین کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو لوگ عوامی امور یا رفاہ اجتماعی سے منسلک ہیں جیسے بادشاہ، وزیر، صدر، قاضی، مفتی، دیوان اور عہدے دار وغیرہ، اگر یہ لوگ اپنے مشاغل کو چھوڑ کر صرف ورد و نوافل میں لگ جائیں تو حق تعالی سے دور ہو جائیں گے اور ان کے ورد و نوافل قابل قبول نہیں ہو نگے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ و دلق نیست

یعنی خدمت خلق کو چھوڑ کر تسبیح اور مصلی اٹھالینا اور گدڑی پہن لینا طریقت نہیں ہے۔

سلسلہ شطاریہ میں طالب حق کی تربیت کے تعلق سے فرماتے ہیں: مرشد کو چاہیے کہ ابتدائے حال سے لے کر تین سال تک طالب حق کی اس طرح تربیت کرائی جائے کہ پہلے سال خدمت خلق کرائے خواہ وہ فعلی خدمت ہو یا مالی، دوسرے سال

حجرے میں بٹھائے اور ذکرواذکار کروائے، تیسرے سال چھوڑ دے کہ اپنے مقتضائے دل تک پہنچ جائے ع

در دل بنگر کہ لوح محفوظ دل است

یعنی دل میں دیکھ کہ لوح محفوظ دل ہے۔ سلسلہ شطاریہ میں اس طرح سے تین سال گزارنے کے بعد ظن غالب ہے کہ مقصود حاصل ہو جائے گا۔

ایک اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ سالک حق کے لیے دنیا کو ترک کرنا ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے کہ دنیاوی اسباب سے منسلک ہو اور صوفی ہو۔

گر توکل می کنی در کار کن
کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

یعنی اگر تو توکل کرنا چاہتا ہے تو اپنے کام میں محنت کر اور کمائی کر، بس بھروسہ اللہ کی ذات پہ رکھ۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست
کمر بہ خدمت سلطان بہ بند وصوفی باش

یعنی طریقت والوں کا مقصود ظاہری لباس نہیں ہے، بلکہ سلطان وقت کی خدمت سے وابستہ ہو کر بھی تو صوفی ہو سکتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ سلسلہ شطاریہ میں درویش کے اندر صرف ایک صفت ہونی چاہیے اور وہ ہے: اللہ ولا سواہ کے ذکر میں مشغول ہونا۔

حضرت برہان الدین راز الہی اپنی تعلیمات کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ پیر کا اپنے مرید کو خلافت دینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مرید صاحب حال یا صاحب کمال ہے یعنی کوئی ضروری نہیں کہ پیر نے جس کو خلافت دی ہے وہ صاحب حال بھی ہو۔

آخرکار یہ مہتاب معرفت، گوہر نایاب طریقت ۱۵ر شعبان المعظم ۱۰۸۳ھ میں دار الفنا سے منتقل ہو کر دار البقا میں چلا گیا اور جسد خاکی شہر برہان پور میں مدفون ہوا۔

خافی خان اپنی کتاب منتخب اللباب میں حضرت برہان الدین راز الہی کے جنازے کے بارے میں کچھ اس طرح سے رقم طراز ہے:

”محرر اوراق ھم از جملہ چندین ھزار آدم در پایی جنازہ می رفت، ہر چند کہ بدیدہ تامل نظر می انداخت اصلا مرئی نمی شد کہ جنازہ برسر انگشتان مردم می رود یا بر ہوا می رود“

یعنی مصنف خود ان ہزاروں لوگوں میں سے ایک تھا جو جنازے کے پیچھے چل رہے تھے، جہاں تک نگاہ جا رہی تھی آدمیوں کا ہی ہجوم تھا۔ صاف طور پر نظر نہیں آرہا تھا کہ جنازہ لوگوں کی انگلیوں پر جا رہا ہے یا ہوا میں چل رہا ہے۔

مرقد منور حضرت ذیشان محلہ سندھی پور، برہان پور میں مرجع خلائق اور زیارت گاہ خاص وعام بنا ہوا ہے جیسا کہ حضرت

برہان الدین راز الٰہی نے وصیت کی تھی کہ میری قبر پر کوئی عمارت نہ بنائی جائے۔اسی بنا پر ایک زمانہ تک آپ کی قبر انور پر گنبد نہ تھا۔متولی درگاہ سید ریاض الدین نے ۱۴۴۴ھ میں تحفظ اور امن کی خاطر ایک عمارت بنائی جس میں تین دروازے، ایک مسجد اور ایک احاطہ ہے۔

مراجع ومصادر :

(۱) قلمی نسخہ ثمرات الحیات، عاقل خان رازی نسخہ نمبر ۳۸، سالار جنگ میوزیم حیدرآباد۔

(۲) تاریخ خانوادہ شاہ برہان الدین راز الٰہی وشاہ جمال الدین قادری، ڈاکٹر سید شرف الدین شطاری، مطبع تاج آفسیٹ پریس برہانپور، ۱۹۹۹ء۔

(۳) تذکرہ اولیاء سندھ، سید محمد مطیع اللہ راشد برہانپوری، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد سندھ (پاکستان) ۲۰۰۶

(۴) منتخب اللباب، جلد دوم محمد ہاشم خان المخاطب بہ خافی خان نظام الملک، انجمن آسیای بنگالہ، کلکتہ، ۱۸۷۶

(۵) تاریخ اولیاء برہانپور، بشیر محمد خان، ممتاز پرنٹرس لوہار منڈی روڈ، برہانپور، مدھیہ پردیش، ۲۰۱۱

(۶) آثار برہانپور، عتیق اللہ خان مجددی، ہمدم پریس مالیگاؤں، مہاراشٹرا، ۱۹۹۲

****

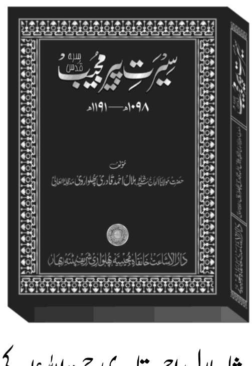

سیرتِ پیر مجیب قدس سرہ

(جدید ایڈیشن مع اضافہ)

مؤلف

حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

خانوادۂ مجیبیہ کے ایک نکتہ سنج، دقیقہ رس، ذی وقار عالم عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز گرانقدر تالیف ہے، جس میں بانیٔ خانقاہ مجیبی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے علمی وعرفانی کمالات، دینی خدمات، ارشاد وہدایت، تربیت وتزکیۂ نفوس کے طریقے، خانقاہ مجیبی کی خصوصیات، حضرت کے کرامات وتصرفات، خلفاء ومجازین اور ہم عصر علماء ومشائخ کے حالات نہایت احسن پیرایے میں تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب خانقاہ کے بزرگوں کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے، جو بہت ساری نادر ونایاب کتب ورسائل اور قلمی نسخہ جات کا جامع مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز کے ساتھ ساتھ واقعات وحالات کا ایک دلچسپ مرقع بھی ہے، جسے ترتیب دے کر مؤلف نے قارئین ومستفیدین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ پوری کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے، جس کے ہر باب کے اندر کثیر معلومات اور ان گنت شواہد کے ذخائر موجود ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تاریخ، جامع سوانح ہے، جو دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 480 صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی قیمت محض -/400 روپے ہے۔ دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی حاصل کیجئے اور اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے۔

رابطہ : +91-7250433562, 7903953313

بہار شریف کی ایک علمی بستی چندوارہ

● مولانا طلحہ نعمت ندوی — استھاواں، بہار شریف

تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ جہاں بعض افراد اور علاقوں کو بہت زیادہ امتیاز و شہرت حاصل ہوتی ہے وہیں اسی کے قریب کی بعض بستیاں اور اس کے باشندگان اپنے کمالات کے باوجود بالکل گمنام اور غیر معروف رہ جاتے ہیں اور تاریخ میں انہیں بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے۔ بالخصوص اگر وقت پر اہل کمال کے حالات مرتب ومحفوظ نہ کئے جائیں تو مرور زمانہ کے ساتھ ان کی تحریریں بھی فنا ہوجاتی ہیں، اور تمام یادداشتیں بھی معدوم ہوجاتی ہیں، شہروں کے اہل کمال پر تو کچھ نہ کچھ محفوظ ہوجاتا ہے لیکن جن اہل کمال کو کسی مرکزی جگہ رہنے اور خدمت کا موقع نہیں ملتا ان کے حالات اور تذکرے خال خال ہی محفوظ رہ پاتے ہیں۔

بہار شریف اور اس کے مضافات کا خطہ بڑا مردم خیز رہا ہے، یہ حقیقت اکثر اہل علم کی زبان پر ہے لیکن اس کی توضیح وتفصیل میں تاریخ کے چند اوراق ہی ہمارے ہاتھ آتے ہیں، ورنہ سب کے سب گردش ایام کی نذر ہوگئے، انہیں اہم بستیوں میں ایک علمی بستی چندوارہ بھی تھی، جہاں کی چھوٹی سی آبادی سے دسیوں اہل کمال اٹھے لیکن اس بستی کے نام سے بھی آج کم ہی لوگ واقف ہوں گے، جب کہ اسی کے مضافات میں استھاواں، دیسنہ، گیلانی اور دیگر بستیوں کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ خوش قسمتی سے ہمیں اسی سرزمین کے ایک باکمال فرزند کے تحریر کردہ کچھ اوراق ہاتھ آگئے ہیں جن سے اس علمی بستی کی تاریخ پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے، اگر آج انہیں کہیں محفوظ نہیں کیا گیا تو عجب نہیں کہ جو نام اور حالات کی چند سطریں محفوظ رہ گئی ہیں وہ بھی باد فنا کی نذر ہوجائیں۔

یہ بزرگ جن کے قلم کی یہ تحریر ہے مولانا ظفیر الدین استاد وصدر مدرس (پرنسپل) مدرسہ عزیزیہ بہار شریف ہیں، جن کے حالات خود ان کی خودنوشت کی روشنی میں آگے تحریر ہوں گے۔

مولانا ابوالکلام قاسمی مصنف تذکرہ علمائے بہار نے مولانا کو ایک خط لکھ کر یہ گذارش کی تھی اپنے جاننے والے گمنام علما اور علاقہ کے علماء کے متعلق رہنمائی فرمائیں تو اس کے جواب میں مولانا نے کچھ لوگوں کے اجمالی حالات لکھ کر بھیجے لیکن مولانا قاسمی کی کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خط میں مذکور تمام لوگوں کا تذکرہ اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا ہے۔ بہر حال! وہ مکتوب یہاں مکمل درج کیا جارہا ہے۔

مولانا المحترم.............................زادکرمکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوگرامی نامے موصول ہوئے، تذکرہ علمائے بہار کی ترتیب پر مبارک پیش کررہا ہوں، ہم سے جو تعاون ہوگا ان شاء اللہ اس میں کوتاہی نہیں ہوگی۔ چند علماء کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں۔

(۱) الحاج مولانا ابونعیم محمد مبارک کریم بن عبدالکریم انصاری (م:۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء)۔آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ بہارشریف میں ہوئی، اس کے بعد حضرت مولانا احمد حسن کانپوری سے تعلیم مکمل کرکے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ (بنگال) اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس رہے۔ اس کے بعد سپرٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار واڑیسہ رہے، گنگن دیوان قبرستان (بہارشریف) میں مزار ہے۔

(۲) حضرت مولانا ابوالعلاء محمد عبداللہ ادیب بن حافظ لیاقت حسین۔ آپ کا وطن اصلی موضع مولانا ڈیہہ ضلع نالندہ ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عزیزیہ بہارشریف (درس نظامی میں) مولانا ابراہیم دھنچوی ومولانا انوار صاحب اعظمی وغیرہ سے ہوئی، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ انور صاحب کشمیری سے فراغت حاصل کی، مدرسہ وحیدیہ آرہ میں مدرس رہے، اس کے بعد مدرسہ عزیزیہ بہارشریف میں تازندگی سینیر عربی مدرس رہے، علم البلاغت میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ مزار بارہ دری بہارشریف میں ہے۔

(۳) حضرت مولانا ابوحنیف صاحب۔ آپ مصطفی پور ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے، از ابتدا تا انتہا مدرسہ عزیزیہ درس نظامی میں تعلیم حاصل کی، اور اسی مدرسہ میں سینیر مدرس عربی رہے۔ مولانا شاہ اسماعیل صاحبؒ انبیر شریف شیخ الحدیث سے حدیث پڑھی، اور انہیں سے مرید ہوئے۔ ان کے شاگردوں میں مولانا ناظم ندوی اور مولانا تقی الدین نعمانی وغیرہ ہیں۔ اخیر میں مشرقی پاکستان چلے گئے۔

(۴) مولانا عبدالمتین صاحب محلہ بسار بیگھہ بہارشریف میں پیدا ہوئے، پوری تعلیم مدرسہ عزیزیہ درس نظامی میں ہوئی، حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب انبیر شریف سے حدیث پڑھی اور انہیں سے مرید ہوئے، بعد فراغت مدرسہ قومیہ بہارشریف میں چندسال مدرس رہے، اس کے بعد مدرسہ عزیزیہ میں سینیر مدرس بنے، ترقی کرکے پرنسپل ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں چند

کتابیں ہیں؛ خزینۃ الفرائض، کنز المسائل، کشف الحقائق وغیرہ۔ اپنے محلہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(۵) حضرت مولانا جمیل احمد صاحب۔ آپ موضع جمساری ضلع نالندہ کے باشندہ تھے، ابتدائی تعلیم بہار شریف میں ہوئی، معقولات کی تعلیم حضرت مولانا ماجد علی جونپوری سے ہوئی، اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یسین صاحبؒ (شاگرد حضرت گنگوہیؒ) سے حدیث پڑھی اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ سلسلہ رحمانی میں گنج مرادآباد میں مرید تھے۔ ہمارے استاد مولانا منتخب الحق صاحب ان کے خاص شاگرد تھے۔

(۶) حضرت مولانا سید ابراہیم صاحب بن حضرت مولانا لطف العلی صاحبؒ۔ آپ موضع ڈھنچو ہی ضلع نالندہ کے باشندہ ہیں۔ ڈھنچو ہی سلاؤ وراجگیر کے قریب بہار شریف سے چند میل جنوب میں ہے۔ آپ حدیث میں مشہور محدث مولانا نذیر حسین صاحب سورج گڑھا ضلع مونگیر کے شاگرد تھے، اور معقولات میں مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے، پوری زندگی مدرسہ عزیزیہ کے صدر المدرسین رہے۔ ان کے ممتاز شاگردوں میں مولانا محمد حنیف صاحب، مولانا عبد المتین صاحب، مولانا عبداللہ ادیب صاحب وغیرہ ہیں۔ آپ کے والد کے تلامذہ میں مشہور محدث مولانا شمس الحق ڈیانوی صاحب عون المعبود اور حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحبؒ تھے۔

(۷) حضرت مولانا حکیم عابد حسین صاحبؒ۔ موضع پڑھکہ (پڑھوکہ اسحاق پور) ضلع نالندہ کے باشندہ تھے۔ مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے۔ امور عامہ پر حاشیہ لکھا تھا، کانپور کے مشہور طبیبوں میں تھے، محلہ طلاق محل میں رہتے تھے، وہیں انتقال ہوا۔

(۸) حضرت علامہ مشہور منطقی وفلسفی عبدالوہاب صاحبؒ، موضع سربہدی ضلع نالندہ کے باشندہ تھے۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محل لکھنؤ کے ممتاز شاگردوں میں تھے، مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں مدرس رہے، شرح ہدایت الحکمۃ، صحیفہ ملکوتیہ، المعقول والمنقول کے مصنف تھے، رامپور میں حضرت جامع البرکات علامہ برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میری نگری ثم ٹونکی سے متعلق تصدیق اور وجود ربطی پر مناظرہ کیا، جس میں جامع البرکات کے ممتاز تلامذہ بھی تھے، جیسے حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ اور مولانا مقبول احمد صاحبؒ دربھنگہ وغیرہ۔ آپ کے کسی دشمن نے آبگلہ گیا میں زہر دے دیا، وہیں انتقال فرمایا۔

(۹) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رمضان پوری، م: ۱۹۵۸ء۔ آپ جامع معقول ومنقول تھے، حضرت مولانا ماجد علی کے شاگرد تھے، آپ مولانا آزاد کے مدرسہ اسلامیہ رانچی میں صدر مدرس رہے، مولانا آزاد نے ان کی صلاحیت وقابلیت کی بنا پر مدرس مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد تا زندگی مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں حدیث، تفسیر، فلسفہ ومنطق، ہیئت وغیرہ کا درس دیتے رہے۔ محلہ بڑی درگاہ میں مزار ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

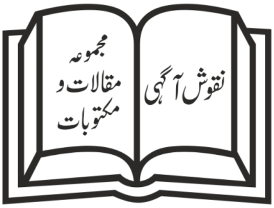

نقد و تبصرہ

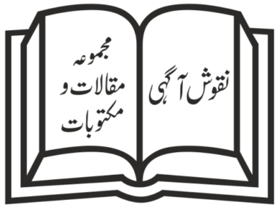

کتاب کا نام	: خزینۃ الہدایا	مصنف	: محمد مجد د عثمانی
صفحات	: ۲۲۷	قیمت	: ایصال ثواب کے لئے وقف
سن اشاعت	: ربیع الاول ۱۴۴۵ھ ستمبر ۲۰۲۳ء		
تعداد اشاعت	: ایک ہزار	تبصرہ	: مولانا شاہ بدر احمد مجیبی
ملنے کے پتے	: (۱) خانقاہ برہانیہ کمالیہ، دیورہ شریف، گیا، بہار (۲) گلزار ابراہیم، رسول باغ، بھاگا، دھنباد، جھارکھنڈ		

صوبہ بہار کے ضلع گیا میں ایک قدیم مردم خیز بستی دیورہ ہے۔ جس کو حضرت دیورہ یا دیورہ شریف بھی کہتے ہیں۔ یہ بستی علماء وصوفیہ کا مولد ومسکن رہی ہے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد واحفاد میں سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ کا نام آتا ہے۔ ان کی اولاد میں مخدوم برہان الدین اخوند میاں قدس سرہ (م: ۹۸۰ھ) گزرے ہیں۔ عثمانی خانوادہ کے یہ پہلے بزرگ ہیں جو سیاحت کرتے ہوئے آکر دیورہ میں آباد ہو گئے تھے۔ مخدوم برہان الدین اخوندؒ صاحب علم وفضل اور صاحب تصوف وسلوک بزرگ تھے۔ ان کو سلسلہ فردوسیہ کی باطنی تعلیم اور اجازت وخلافت اپنے جد امجد حضرت شاہ اسحاق قدس سرہ سے ملی تھی۔ حضرت شاہ اسحاقؒ حضرت مخدوم شعیب قدس سرہ (شیخ پورہ) کے مرید وخلیفہ تھے۔ مخدوم برہان الدین اخوندؒ کی اولاد سے دیورہ میں علم ومعرفت کی روشنی پھیلی۔ ان کی اولاد میں حضرت شاہ کمال علی دیوروی ؒ کی اہم شخصیت تھی جو حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد تھے، ان ہی کی طرف منسوب ہو کر خانقاہ برہانیہ کمالیہ مشہور ومعروف ہوئی۔

دیورہ کے اس خانوادہ میں متعدد علماء وصوفیہ گزرے ہیں۔ جن میں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن شہید فردوسیؒ (داماد

حضرت مولانا شاہ محمد ہادی پھلواروی ؒ)، مولانا شاہ فدا حسین دیوروی ؒ، مولانا شاہ حکیم محمد ابراہیم فردوسی ؒ وغیرہ ہیں۔ اس خانقاہ کے ایک سجادہ نشیں حضرت مولانا شاہ منصور احمد فردوسی ؒ کو تو اس حقیر نے بھی دیکھا ہے جو بڑے صاحب علم اور صاحب تقوی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی شاہ انور علی عثمانی فردوسی ؒ سجادہ نشین ہوئے۔ شاہ انور علی فردوسی ؒ کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے مولانا شاہ معروف عثمانی سجادہ پر ہیں۔

مولانا شاہ حکیم ابراہیم فردوسی ؒ کے منجھلے صاحبزادے اور مولانا شاہ منصور احمد عثمانی ؒ کے منجھلے بھائی شاہ کمال احمد عثمانی دیوروی بھی بڑے ذی علم اور صاحب کمال تھے۔

جناب شاہ کمال احمد عثمانی کے متعدد صاحبزادگان ہیں۔ بڑے صاحبزادے جناب شاہ معروف عثمانی زید مجدہ اس وقت خانقاہ برہانیہ کمالیہ کے سجادہ پر ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے جناب محمد مجدد عثمانی اس کتاب کے مرتب ہیں۔

مرتب کتاب لکھتے ہیں:

’’اس کتاب میں دین کے کچھ اہم موضوع کو جمع کیا گیا ہے۔ جن سے ہم اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں دوچار ہوتے رہتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ ہم ان کاموں کو سنت کے مطابق اور بزرگوں کی راہ پر چلتے ہوئے ادا کرسکیں۔‘‘

کتاب عام فہم انداز میں عوام کے فائدہ کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ اس میں عرض مرتب، پیش لفظ، دیورہ شریف کی تاریخ، خانقاہ برہانیہ کمالیہ کے تعارف کے بعد اصل موضوع پر کلام ہے۔ طہارت، وضو، غسل، تیمم، نماز وغیرہ کے طریقے اور ان کے مسائل بیان کئے گئے ہیں جو عوام کے لئے بہت مفید ہیں۔ بعض مسائل میں تفصیلی کلام بھی ہے۔ اس کے بعد مختلف اوقات کے دعا و اذکار درج کئے گئے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ادعیہ و اذکار حدیث کی کتابوں کے حوالے کے ساتھ ہیں۔ ’’چہل ربنا‘‘ بھی ہے۔ یعنی قرآن مجید میں ربنا سے جو دعائیں شروع ہوتی ہیں ان میں سے چالیس دعائیں بعض اہل تصوف کے اوراد میں شامل ہیں۔ ان کو یہاں پیش کیا گیا ہے۔ ایصال ثواب کے طریقے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ایصال ثواب کی وضاحت دل نشیں انداز میں اس طرح کی گئی ہے۔

’’ایصال ثواب سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی عمل صالح کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچائے۔ جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ آدمی اپنی نفلی عبادتوں خواہ مالی ہوں یا بدنی یا دونوں سے مرکب، ان کا ثواب دوسرے زندہ یا مردہ لوگوں کو بخش سکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص اپنی نفلی نمازیں، روزے یا حج و عمرہ یا قرآن پاک کی تلاوت وغیرہ کا ثواب اپنے مرحوم یا زندہ متعلقین کو پہنچانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بس شرط یہ ہے کہ یہ اعمال نفلی ہوں، فرض نہ ہوں اور ان پر اجرت نہ لی گئی ہو۔‘‘

آخر میں نکاح کے کچھ مسائل، خطبۂ نکاح اور قربانی کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ الغرض پوری کتاب عوام کے لئے نفع بخش ہے۔ دوسرے سلسلہ کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالی اس کے نفع کو عام فرمائے۔

اس میں ایک کمی یہ نظر آئی کہ کتاب کی ابتدا میں خانقاہ دیورہ اور بزرگان دیورہ کے ذکر کے وقت خانقاہ سملہ اور وہاں کے بزرگوں کا کوئی ذکر نہیں ہے، جب کہ دونوں خانوادے حضرت ابوالحسن شہیدؒ کی اولاد ہیں اور قریبی رشتہ داریاں بھی ہیں۔

مرتب نے اس کتاب کی ترتیب و اشاعت اپنے والدین مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے کی ہے۔ کتاب کا کاغذ عمدہ ہے اور جلد بھی بہترین ہے۔ کمپوزنگ کی غلطی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ اللہ تعالی مرتب کتاب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

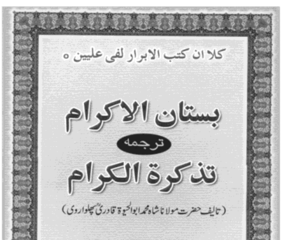

بستان الاکرام

ترجمہ

تذکرۃ الکرام

(تالیف حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیوۃ قادریؒ پھلواروی المتوفی: ۱۲۷۶ھ)

مترجم

ڈاکٹر سید محمد اسد علی خورشید

''بستان الاکرام'' خانوادۂ مجیبیہ کے ایک ذی وقار عالم حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیات قادری قدس سرہٗ کی دوسو سالہ پرانی فارسی تصنیف ''تذکرۃ الکرام'' کا اُردو ترجمہ ہے، جسے ڈاکٹر سید محمد اسد علی خورشید شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے سلیس اور عام فہم انداز میں پیش کر کے ترجمہ نگاری کا بہترین حق ادا کیا ہے اور بہار کی خانقاہوں کے بزرگان دین کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے سہولت فراہم کی ہے۔

یہ کتاب ایک مستند تاریخی دستاویز ہے، جس میں خانقاہ مجیبیہ کے تمام بزرگوں کے تذکرے اور ان کے مختصر حالات موجود ہیں۔
ساڑھے پانچ سو صفحات کی بہترین طباعت سے آراستہ ــــ اس کتاب کی قیمت محض -/300 روپے ہے، دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی طلب فرما کر معلومات میں اضافہ کریں۔

رابطہ : +91-7250433562, 7903953313

قندِ پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

منظرِ چشمم تماشائے گلستانے دگر ۞ این نگارِ حسن دیگر حسنِ کنعانے دگر
عارض وموئیت مرا تفسیرِ قرآنے دگر ۞ رسم و راہِ مشربم با کفر و ایمانے دگر
بندہ ام از تارہائے ماہ تابانے دگر ۞ ذرہ ام از رشتہائے مہر رخشانے دگر
نے گریبانے مرا باقی نہ دامانے دگر ۞ وحشت دست جنونم کرد سامانے دگر
جلوہ کرد آن ماہ من بر صدر ایوانے دگر ۞ ایں چہ شد یارب کہ بودم من بسامانے دگر
چون رِہم من از شعاعِ حسن در عشقیکہ چون ۞ ذرہ ام از تابشِ خورشید رخشانے دگر
کشتۂ جانباز را از تیغ تسلیم و رضا ۞ زیستن از جانِ دیگر مردن از جانے دگر
من ز پا بر ہر قدم از دست در دشتِ جنون ۞ می کشم گر می خلد خارِ مغیلانے دگر
رقص بسمل زیر تیغ ابروانِ دیگر ست ۞ گردش پروانۂ شمع شبستانے دگر
خو و بویت می دہد خود آشنا را امتیاز ۞ ہم نشینانت دگر از ہم نشینانے دگر
کشتۂ تو بعد مردن می زِیَد بار دگر ۞ تا چشد ہر بار از تو ذوق پیکانے دگر
چون شوم مائل بسوئے خوان پر الوان کس ۞ زلّہ چین ہستم چو از افشاندۂ خوانے دگر

آیۂ رحمت ببین از وہم گمراہان گریز ۞ نا امیدی عاصیان را ہست عصیانے دگر
کشتگانِ تیغ ابرویت نمی جویند آب ۞ زندۂ جاوید را ہست آب حیوانے دگر
گوشۂ دامان تو بگرفتم از روز ازل ۞ پنجہ ام ہرگز گہے نگرفت دامانے دگر
سینہ ام را از ہجوم سوز و غم فرصت نداد ۞ بر دلم یغما ست مہمانے بمہمانے دگر
زلف پیچان، موئے مشکین، مہ جبین، شمشاد قد ۞ خوش جوان، تازہ نہال، سرو بستانے دگر
لذت شور نمک زارت چو طبعم خو گرفت ۞ دل نمی افتد گہے سوئے نمکدانے دگر
اے طبیب از شربت تو، بہ نگیرد دردِ من ۞ سود مندم شربتے از لعل خندانے دگر
ملح حسنت قند لب سیب ذقن شورے تو بود ۞ شہرت آن چاہے کہ ہست آن در زنخدانے دگر
کس چہ داند رازِ احوالِ ستم اندیشہ گان ۞ ہر زمان نوع ستم دیدم بعنوانے دگر
چون بود چاک گریبان بخیہ باد امان ما ۞ رشتۂ دامان دگر تارِ گریبانے دگر
ماہمان توبہ شکن ہستیم اے ناصح ہنوز ۞ جرعہ می نوشیم و می بندیم پیمانے دگر
زیر فرمانت شدم تا از درت خو کردہ ام ۞ بوالہوس ہستند گر جویند جانانے دگر
عاشقان با خنجر خون ریز می بازند جان ۞ عشق بازان را بہ جان بازیست میدانے دگر
نوک مژگان بود نشتر می زند تیر نگہ ۞ می خلد در سینہ پیکانے بہ پیکانے دگر
بود احسانت کہ وابستہ شدم با دامنت ۞ باز چون منت کشم از بار احسانے دگر
دل چو شد پروردۂ زیر نگاہت دلبرا ۞ او چرا اکنون بہ جوید کس نگہبانے دگر
در کف او ہست چون گوئے دلِ بیچارہ ام ۞ می زند ہر انچہ می خواہد بچوگانے دگر
درد از تو، سوز از تو ہست چون اے چارہ ساز ۞ بعد از ان جز تو چرا سازیم درمانے دگر
پس توئی با جلوہ ہائے خویش می آئی برون ۞ از گریبانِ مرا یا از گریبانے دگر

شد دلم ویرانہ از غیر تو اکنون ہست تو ❁ اے خوشا آبادیش اندر بیابانے دگر
منتشر اوراقِ اشعاریم در دفتین ما ❁ نے بیاضے ہست نز دِ مانہ دیوانے دگر
گشت کے جولان کلامِ من بمیدانِ سخن ❁ من کیم گویم کہ ہستم از سوارانے دگر
نظمِ ناکارہ کجا و نظمِ استادان کجا ❁ ہر چہ می گویم چو می آید ز فیضانے دگر
در مضمون را بہ سلکِ نظم خود زان سفتہ ام ❁ گو ہر نظم کلامم ہست از کانے دگر
سینہ ام گنجینۂ مضمون ہائے لعل او ❁ ثاقبا قند سخن از شکّر افشانے دگر
حافظ و جامی و خسرو اند شیران سخن ❁ خاتم شعراء ما فرد است باشانے دگر
بندشِ رگہائے من بارشتہائے دیگر است ❁ ثاقبا پیچیدہ از موئے پیچانے دگر
من سر شوریدہ را ثاقبؔ بگو تعبیر چیست ❁ خواب حیرانم شد از زلفِ پریشانے دگر

می کشد دل سوئے زلفش از حریمِ سینہ ام
می رود اے ثاقبؔ از زندان بز ندانے دگر

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تاکہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

نعت شریف

- حضرت مولانا سید شاہ فقیہ محمد علی حبیب نصر پھلواروی قدس سرہ
- ترجمۂ منظوم : مولانا محمد عاصم قادری — خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

نعت شریف

پیچ در پیچ است دل از جعد گیسوی رسولؐ
رشتۂ جان را بود پیوند از موی رسولؐ
روی نیکوی رسولم قبلۂ حاجات ماست
ھست محراب حقیقت ھر دو ابروی رسولؐ
ھست یک خوی اگر در خوبرویان دل فریب
دل ربا ھر لمحہ می گردد ھمہ خوی رسولؐ
خلق را سر بر زمین آستانش خم شدہ
دیدہ ھای عالمی فرشِ سرِ کوی رسولؐ
گل کند پیراہن خود چاک در گلشن گہی
گر نسیم صبح آرد در چمن بوی رسولؐ

ترجمۂ منظوم (نعت شریف)

دل ہے یہ الجھا ہوا با جعد گیسوئے رسولؐ
رشتۂ جاں جس سے قائم ہے وہی موئے رسولؐ
قبلۂ حاجات میرا روئے نیکوئے رسولؐ
ہے وہ محراب حقیقت ہر دو ابروئے رسولؐ
مہوشوں میں ایک خو ہے دل فریبی کی اگر
لوٹتی ہیں دل مرا ہر دم ہمہ خوئے رسولؐ
خلق کا سر ہے زمین آستاں پہ ان کے خم
اک جہاں کی آنکھ ہے فرشِ سرِ کوئے رسولؐ
گل کرے پیراہن اپنا چاک گلشن میں اگر
جب نسیم صبح لے آئے چمن بوئے رسولؐ

دردلِ خود نیست مارا ہیچ جز عشقِ رسولؐ
درسرم باللہ ہرگز نیست جز ہوی رسولؐ
خوشتر از تخت سلیمان بہر من باشد اگر
جای ما ای کاش! گردد بر سرِ کوی رسولؐ
ماہ و خورشیدِ درخشان باچنین حسن و جمال
این ہمہ چون ذرہ ہا از پرتوِ روی رسولؐ
یاالٰہی! تشنہ چون باشم بہ روزِ رست خیز
از کرم ترکن زبان وکامم از جوی رسولؐ
نصرؔ را کی بود ہمت تا بگوید شعر نغز
ذوق می بخشد مرا لعل سخن گوی رسولؐ

دل میں میرے کچھ نہیں ہے بس بجز عشقِ رسولؐ
سر پہ میرے بس ہے طاری باخدا ہوئے رسولؐ
مجھ کو ہے تختِ سلیماں سے بھی بہتر یہ اگر
جا ہماری کاش جو ہوئے سرِ کوئے رسولؐ
ماہ و خورشیدِ درخشاں اور یوں حسن و جمال
یہ ہیں مثل ذرہ ہائے پرتوِ روئے رسولؐ
یاالٰہی! تشنہ ہوؤں جب بروز رست خیز
تو کرم سے منہ کو میرے بخش دے جوئے رسولؐ
نصرؔ کی کب تھی یہ ہمت کہ کہے وہ شعر نغز
ذوق مجھ کو دے رہا لعل سخن گوئے رسولؐ

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec.2023) لکھا ہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2023 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۳ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۴ء کا زرتعاون باقی ہے۔

براہ کرم پہلی فرصت میں اپنی خریداری فیس ادارہ ’’المجیب‘‘ کو ارسال کرکے اپنے ممبرشپ کو جاری رکھیں، رقم بھیجنے کے بعد رسید ضرور حاصل کریں اور رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھیں
——(سرکولیشن منیجر)

QR

WhatsApp, PhonePe & GPay : +91-7250433562

نعت شریف

● جناب ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر مصباحی — سجادہ نشیں خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ چک الہ آباد

دیکھوں کبھی میں سنگ در یہ بھی ہے میری آرزو ۞ رکھوں در نبی پہ سر یہ بھی ہے میری آرزو
توفیق دے مرے خدا یاد نبی میں ساری شب ۞ روتا رہوں میں تا سحر یہ بھی ہے میری آرزو
دل کی تڑپ مرے نبی کرتی ہے عرض آپ سے ۞ سوئے حرم کروں سفر یہ بھی ہے میری آرزو
جلوۂ نور پاک میں ڈوبا رہوں میں ہر گھڑی ۞ کوئے رسول میں ہو گھر یہ بھی ہے میری آرزو
بے حد گناہ گار ہوں غفلت میں زندگی کٹی ۞ آپ کی مجھ پہ ہو نظر یہ بھی ہے میری آرزو
ہو جائے مغفرت مری صدقۂ جذبِ عشق میں ۞ خواب میں دیجئے خبر یہ بھی ہے میری آرزو
یارب! وفور شوق کو انعام دین کر عطا ۞ جل جائے عشق میں جگر یہ بھی ہے میری آرزو

یارب! جنوں کی راہ میں کیوں ہو خیال بے کسی
گوہرؔ کو تو بنا گہر یہ بھی ہے میری آرزو

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

مرثیہ

(اہلیہ مرحومہ کی یاد میں)

● وارث ریاضی — کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

ہوگئی رخصت چمن سے دفعتاً فصلِ بہار ۞ سوگ میں صحن چمن ہے، غنچہ وگل اشک بار
ہے وجودِ گلشنِ ہستی سرابِ آرزو ۞ عارضی ہیں زندگی حسن کے نقش و نگار
یہ جہانِ رنگ و بو، پُر کیف نظروں کا فریب ۞ گلشنِ مہر و وفا ہے، آرزوؤں کا مزار
کون آیا ہے جہاں میں لے کے عمرِ جاوداں؟ ۞ کس کو حاصل ہے جہاں میں زندگیِ پائے دار
روزِ اول ہی سے یہ چیزیں ہیں جزوِ زندگی ۞ گردشِ شام وسحر، رنج وغمِ لیل ونہار
یہ بھی کیسی زندگی بخشی گئی یا رب ہمیں؟ ۞ زندگی تنہا مگر رنج ومصائب بے شمار
زندگی ہر اک بشر کی، ہر گھڑی خطرے میں ہے ۞ موت ہاتھوں میں لیے پھرتی ہے تیغِ آب دار
زندگی انساں کی ہے افسانۂ عبرت مگر ۞ موت ہے پیغامِ وصلِ رحمتِ پروردگار
اے مری جاں تو کہاں نظروں سے غائب ہوگئی؟ ۞ ڈھونڈتی ہے تجھ کو ہر سو میری چشمِ انتظار
دل میں سوزِ دردِ فرقت، لب پہ آہوں کا ہجوم ۞ محوِ غم فکر ونظر، عقل وخرد ہیں سوگوار
زندگی بھر کے لیے باندھا تھا پیمانِ وفا ۞ کیا ہوئے وعدے وہ تیرے اور وہ قول وقرار؟
ایک پل میں زندگی کا ہوگیا قصہ تمام ۞ ساٹھ برسوں کی رفاقت کا نہیں کچھ اعتبار
تجھ سے وابستہ تھی میری ہر مسرت، ہر خوشی ۞ اے کہ تو میری بہشتِ زندگانی کی بہار

اسے مجسم نیک سیرت، نیک خو، روشن ضمیر ۞ سخت باتیں بھی مری، تجھ پہ نہ گزریں ناگوار
پھر بھی تنہا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگئی ۞ کیا خطا مجھ سے ہوئی ہے اے مری جان بہار؟
میں اگر جاؤں کسی بھی کام سے باہر کہیں ۞ کون اب آٹھوں پہر میرا کرے گا انتظار؟
لوح دل سے مٹ نہیں سکتیں کبھی یادیں تری ۞ تیرے غم میں عمر بھر آنکھیں رہیں گی اشک بار

بیس سو چوبیس عیسوی میں گیارہ مارچ کو
تو گئی سوئے جناں اے ساجدہ عفت شعار

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ''المجیب''، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان — ایک دینی، علمی و ادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران و عہدہ داران بلکہ ہر خاص و عام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے — اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم و تحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں — اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	4,000/-	نصف صفحہ	2,000/-	چوتھائی صفحہ	1,000/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	3,000/-	نصف صفحہ	1,500/-	چوتھائی صفحہ	750/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تا کہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ UPI / +91-7250433562 @ YBL

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ❖ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی.................................کچھ دوسروں کی

فلسطین کے حالات :

فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیل کی بمباری جاری ہے۔مردوں کے ساتھ خواتین اور بچے کثرت سے شہید ہو رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی کوششوں کا کوئی اثر نظر نہیں آرہا ہے۔غزہ کو تباہ کرنے کے بعد اب رفح کے علاقے میں جہاں خیموں میں لاکھوں افراد مقیم ہیں اسرائیل روزانہ بمباری کر رہا ہے۔اسرائیل کی قابض حکومت اور اس کا قائد نیتن یاہو نسل کشی پر اتر آیا ہے۔امریکہ اور یوروپ کے اکثر ممالک سے اس کو پورا تعاون مل رہا ہے۔

دوسری طرف اسرائیل اس ظلم و بربریت کی وجہ سے دنیا میں تنہا ہوتا جارہا ہے۔جنوبی افریقہ اور کچھ ملک نے عالمی عدالت میں اس کے خلاف کیس کر رکھا ہے۔یورپ کے دو ملک آئر لینڈ اور ناروے نے فلسطین کو باقاعدہ ایک ملک کی حیثیت سے تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا ہے جو اسرائیل کو بہت ناگوار گزرا ہے۔اب مالدیپ کی حکومت نے فلسطینیوں کے حقوق کی آواز اٹھاتے ہوئے اپنے ملک میں اسرائیلی باشندوں کے داخلے پر پابندی لگادی ہے۔مالدیپ میں کثرت سے سیاح آتے ہیں اور اس کے جزائر اور خوبصورت سمندری ساحلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ عرب ممالک کے رویہ میں اب تک کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔وہ بڑے سکون واطمنان سے فلسطینیوں کی نسل کشی کو دیکھ رہے ہیں۔جب کہ دنیا کے بے شمار ممالک کے عوام نے اپنے اپنے ملک میں فلسطینیوں کی حمایت اور ان کے ساتھ یکجہتی کے لئے بڑے بڑے مظاہرے کئے ہیں۔امریکہ کی یونیورسیٹیوں میں بڑی تعداد میں طلبہ فلسطین کی حمایت

میں مظاہرے کر رہے ہیں۔طلبہ کی یہ تعداد سب مذہب کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ابھی حال میں امریکی صدر کا ایک گرجا گھر میں فلسطین حامیوں سے سامنا ہو گیا اور انہوں نے فلسطینی خواتین اور بچوں کے قتل عام پر صدر کے خلاف نعرہ لگانا شروع کر دیا جس سے صدر کو وہاں ہٹ جانا پڑا۔

دارالعلوم مجیبیہ میں آغاز تعلیم :

گہوارۂ علم و ادب دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف تعطیل کلاں کے بعد اپنے معمول کے مطابق ۱۲؍شوال المکرم سے کھل گیا ہے اور تعلیم و تدریس کا باضابطہ آغاز بھی ہو چکا ہے،بحمدہ تعالیٰ دارالعلوم میں درجۂ ناظرہ سے حفظ و قرأت اور عربی اول سے فضیلت (دورۂ حدیث) تک کے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

معمولات خانقاہ بماہ محرم الحرام :

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد مبارک سے عاشورہ کے دن حضرت امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قل ہوتا آرہا ہے۔۱۰؍محرم الحرام یوم عاشورہ نصف النہار کے وقت قل ہوتا ہے اور قل کے بعد فضائل امام ہمام و مختصر ذکر شہادت ہوتا ہے اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد فاتحہ و ایصال ثواب پر محفل اختتام پذیر ہوتی ہے۔

۲۴؍محرم الحرام کو حضرت کرسی نشین ولایت فرد الاولیاء مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے۔۲۴؍کی شب میں اور ۲۴؍کے دن میں قل و محفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ صفر المظفر :

۵؍صفر المظفر عرس حضرت مولوی معنوی سید شاہ محمد عبد الحق قادری پھلواروی قدس سرہٗ شب ۵؍و روز ۵؍کو قل اور مجلس ہوتی ہے اور اسی دن عصر کے بعد حزب البحر کا نصاب دیا جاتا ہے اور لوگ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ یہ خصوصیات عہد پاک حضرت اقدس فیاض المسلمین قدس سرہٗ سے ہے۔

۱۶؍صفر المظفر عرس حضرت بدر الکاملین فیاض المسلمین امیر شریعت شیخ الطریقت مولانا الحاج سید شاہ محمد بدر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۱۵؍صفر دن گزار کر شب ۱۶؍و روز ۱۶؍کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

۲۹؍صفر المظفر حضرت سیدنا امام ہمام امام حسن مجتبیٰ علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرس مبارک ۲۹؍کی شب میں قل و محفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

آستانہ مجیبیہ پھلواری شریف کا عرس ربیع الاول شریف

۱۱و۱۲؍ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے، جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

- پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔
- شب ۲؍ربیع الاول و روز ۲؍ربیع الاول کو قل و محفلِ سماع اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔
- ۱۱؍ربیع الاول کو قبل از صبح صادق (آخر رات میں) 03:30 قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔
- ۱۱؍ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانۂ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی برمزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشاء عرس نبوی و مراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت و مدح و میلاد خوانی بعدۂ پورے اجتماعی و مہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذو المنن ﷺ میں صلوٰۃ وسلام۔
- ۱۲؍ربیع الاول کو قبل از صبح صادق (آخر رات میں) 03:30 قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب و شرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدۂ بڑا اور آخری قل و فاتحہ۔
- ۱۲؍ربیع الاول کو نماز ظہر 02:30 بعدۂ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔
- آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک—(اختتامی مجلس)
- ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔
- عرس و زیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔
- یہ معمولات و مراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات

₹:50.00

₹:300.00

₹:400.00

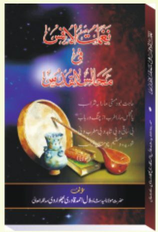

₹:350.00

₹:500.00

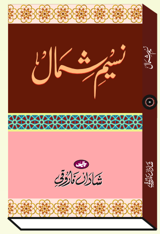

₹:400

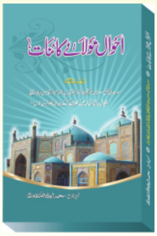

₹:140.00

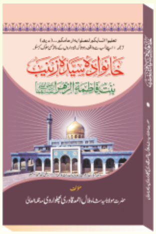

₹:200.00

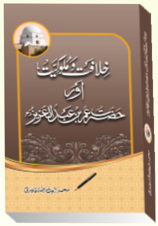

₹:400.00

₹:100.00

₹:100.00

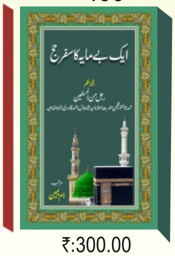

₹:300.00

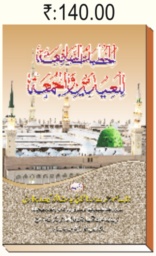

₹:300.00

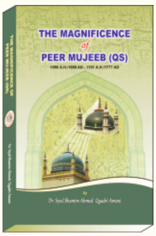

₹:400.00

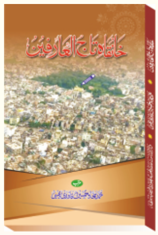

₹:100.00

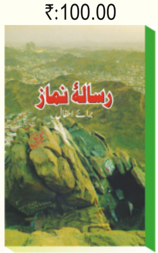

₹:50.00

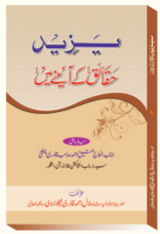

₹:100.00

₹:250

₹:30.00

₹:30.00

₹:120.00

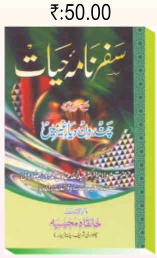

₹:150.00

₹:90.00

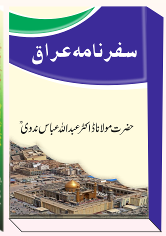

₹:50.00

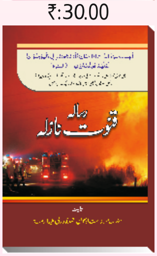

₹:20.00

₹:60.00

₹:20.00

₹:40.00

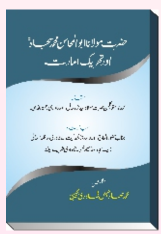

₹:50

₹:50.00

رابطہ: +91-7250433562, 7903953313

ISSN 2320-8600 The ALMUJEEB Quarterly

Vol.No. :64 | April, May & June 2024 | Sl.No. : 02

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 7903953313, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, http://khanquahmujeebia.org

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی تازہ ترین پیش کش!

''نسیمِ شمالؔ''

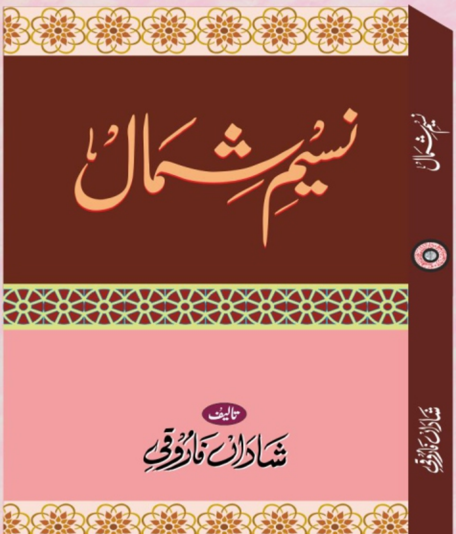

شمالی بہار (متھلانچل) کے ابتدائی عہد سے
بیسویں صدی تک کے ۲۱۰؍اکابر صوفیا کا
مستند آسان زبان میں عمدہ تذکرہ اور
۳۵۲؍صفحات پر مشتمل ایک شاہکار کتاب

تالیف

جناب محمد بشیر شاداں فاروقی دربھنگویؒ

قیمت : ۴۰۰؍روپے

رابطے : 7250433562, 7903953313, 9693989461

https://linktr.ee/khanquahmujeebia

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, **Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri,** Printed at Pakiza Offset Press, Shah Ganj, Dargah Road, Patna-800006 and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)